إِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا

حکومت اور علماء ربانی

حضرت العلام مولانا حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی

ناشر

مکتبہ نذیریہ ۞ لاہور

قوموں کی تقدیر وہ مردِ درویش !
جس نے نہ ڈھونڈی سلطاں کی درگاہ !
(اقبال)

حکومت اور علماءِ ربانی

حضرت العلام مولانا حافظ عبداللہ صاحب محدث روپڑی

مکتبہ نذیریہ
چناب بلاک، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور ۱۸
قیمت 4/50 پیسے

فہرست

ملنے کا پتہ: مکتبہ تنظیم اہلحدیث چوک دالگراں (مسجد قدس) — لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ رسول صلے اللہ علیہ وسلم

مَنْ اَحَبَّ دُنْیَاہُ اَضَرَّ بِاٰخِرَتِہٖ وَمَنْ اَحَبَّ اٰخِرَتَہٗ اَضَرَّ بِدُنْیَاہُ فَاٰثِرُوْا مَا یَبْقٰی عَلٰی مَا یَفْنٰی

(مشکوٰۃ باب الرقاق)

"دُنیا کی محبت آخرت کو نقصان پہنچاتی ہے اور آخرت کی محبت دنیا کو نقصان پہنچاتی ہے۔ پس باقی کو فانی پر اختیار کرو"

اس فرمانِ نبویؐ کی عملی تصویر کا نمونہ عُلماء ربّانی کی عملی زندگی میں دیکھئے!

اللہ کے بندوں نے دُنیا اور آخرت کا موازنہ کیسے کیا۔ اور وہ دنیا کے شاہی درباروں میں کلمۂ حق کس شان سے بلند کرتے رہے۔

خدا کرے یہ تحریر موجودہ فضا میں بھی مشعلِ راہ ثابت ہو۔ آمین

سلطان ہارون رشید کا مکتوب

حضرت ابو عبداللہ سفیان ثوریؒ کے نام

سلطان ھارون رشید اپنے زمانے کا کوئی معمولی بادشاہ نہ تھا۔ وہ زمین کے چوتھائی کرہ پر حکومت کرتا تھا۔ اور مؤرخ گبن کی صراحت کے مطابق "قیصر روم" کو خط میں "کُتے کا پلا" لکھا کرتا تھا۔ لیکن وہ اپنے زمانے کے ایک فقیر منش عالم کو جس کے ساتھ بچپن سے اس کے بڑے گہرے دوستانہ تعلقات تھے اپنے ہاتھ سے کس عاجزی، انکساری، نرمی اور محبت سے خط لکھتا ہے۔ اور پھر وہ فقیر اُسے اس کی شان کے خلاف جو کچھ جواب دیتا ہے اس پر کان تک نہیں ہلاتا بلکہ سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے۔

سلطان کا مکتوب

از قصرِ المعلےٰ

اللہ کے بندے، مومنوں کے امیر ھارون رشید کی طرف سے
اس کے بھائی سفیان بن سعید بن المنذر کی جانب

برادرم! اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارہ قائم کر دیا ہے۔ مَیں نے بھی آپ کو اپنا بھائی بنالیا ہے۔ اور میں نے اس بھائی چارے کی رسی کو نہیں توڑا۔ اور نہ آپ کی محبت کو چھوڑا۔ میرا دل افضل محبت کے جذبات سے معمور ہے۔

ابو عبداللہ! میرے اور آپ کے بھائیوں میں سے کوئی نہیں رہا۔ سب میری ملاقات کو آئے اور آکر بادشاہی کی مبارک باد دی۔ میں نے خزانوں کے منہ کھول دیئے اور انہیں قیمتی اور گرانبہا عطیات سے یہاں تک مالا مال کیا کہ میرا دل خوش ہو گیا اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ لیکن آپ کی پیشکش میں مجھ سے دیر ہو گئی۔ کیونکہ آپ تشریف ہی نہیں لائے۔ میں یہ خط آپکی خدمت میں بڑے شوق سے لکھ رہا ہوں۔ آپ کو معلوم ہے کہ مومن کی زیارت اور اس کی ملاقات کی کتنی فضیلت ہے۔ اس لیے میرا یہ خط جب آپ کو ملے تو بہت جلد تشریف لائیے۔"

خلیفہ کا قاصد جب یہ خط لیکر آیا تو حضرت سفیان ثوریؒ کوفہ کی مسجد میں تھے۔ اردگرد آپؒ کے اصحاب بیٹھے تھے۔ قاصد نے یہ خط آپ کی طرف پھینکا حضرت سفیانؒ کی جب اس پر نظر پڑی تو کانپتے ہوئے اس طرح پیچھے ہٹ گئے گویا کوئی سانپ سامنے آگیا ہے۔ آپؒ نے ہاتھ پر آستین لپیٹ کر اُسے اُٹھایا۔ اور لوٹ پوٹ کر دیکھا۔ پھر اپنے اصحاب کی جانب اسے پھینک دیا اور فرمایا کہ:

"تم میں سے کوئی اسے اُٹھا کر پڑھے۔ میں خدائے قدوس سے کسی ایسی چیز کے چھونے سے معافی مانگتا ہوں۔ جسے کسی ظالم کے ہاتھ نے چھُوا ہو۔"

خط پڑھ کر سُنا دیا گیا۔ تو آپؒ نے فرمایا کہ "اس کی پُشت پر اس ظالم کو یہ جواب لکھ دو۔

ایک شخص نے عرض کیا۔" اباعبداللہ! یہ خلیفہ ہیں۔ کسی صاف ستھرے کاغذ پر جواب لکھیے"۔

آپؒ نے فرمایا:" اس ظالم کو اس کی پشت پر جواب لکھ دو۔ اگر یہ کاغذ حلال کی کمائی کا ہے تو اس کی جزائے خیر اسے مل جائے گی۔ اور اگر حرام کی

کمائی کا ہے۔ تو اسی کے ساتھ دوزخ میں جائے گا۔ ہمارے پاس کسی ظالم کی چھوئی ہوئی کوئی چیز نہیں رہنی چاہیئے۔ جو ہمارے دین اور ہمارے مذہب کو فاسد کر دے "۔ آپ نے فرمایا کہ لکھو۔

سفیان ثوریؒ کا جواب

"گنہگار بندے سفیان بن سعید بن منذر کی طرف سے مغرور بندے ہارون رشید کی جانب۔ جس سے ایمان کی حلاوت زائل ہو چکی ہے "۔

"میں یہ خط اس لیے لکھ رہا ہوں کہ تجھے بتا دوں کہ میں نے تیری رسی کو توڑ دیا ہے۔ اور تیری محبت کو قطع کر دیا ہے کیونکہ تو نے اپنے خط میں مسلمانوں کے بیت المال کو ناحق لٹانے اور بے محل خرچ کرتے اور اتنے پر بھی راضی نہ ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اور پھر اتنی دور بیٹھے ہوئے خط کے ذریعے تو مجھے گواہ بناتا ہے۔ سُن لے! کہ میں اور میرے یہ بھائی جو اس وقت میرے پاس موجود ہیں اور اس وقت تیرے خط کو انھوں نے پڑھا ہے۔ ہم سب کل قیامت کے دن خدائے جبار کے سامنے تیرے خلاف گواہی دیں گے۔

ہارون! تُو نے مسلمانوں کی رضامندی کے بغیر ان کا بیت المال لٹا دیا۔ کیا تیرے اس فعل سے وہ لوگ خوش ہوں گے جن کے تالیف قلوب کی ضرورت ہے۔ اور جو اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہیں اور جو مسافر ہیں؟ کیا حاملین قرآن، اہل علم، بیوہ عورتیں اور یتیم بچے تیرے اس فعل کو پسند کریں گے؟ کیا تیری اس کرتوت سے تیری رعیت کی کوئی مخلوق راضی ہو سکتی ہے۔ ہارون! کل قیامت کے دن جواب دینے اور سزا بھگتنے کے لیے تیار ہو جا۔ اور سمجھ لے کہ تو عدل و انصاف والے حاکم کے سامنے کھڑا ہو گا۔ علم و زہد کی حلاوت قرآن کی لذت اور نیکوں کی صحبت کو تُو نے زائل کر دیا۔ ظالم بننے اور ظالموں کا امام کہلانے کو پسند کر لیا ہے۔ اس لیے تو مصیبت میں مبتلا

کیا جائے گا۔

ہارون! تو تخت پر بیٹھتا ہے۔ ریشمی لباس پہنتا ہے۔ دروازے کے سامنے پردے چھوڑ کر پروردگار عالم سے مشابہت اختیار کرتا ہے اور اسی پر بس نہیں کرتا دروازے اور پردے سے باہر ظلم کرنے والے سپاہی بٹھا رکھے ہیں جو لوگوں کو شراب پینے پر پیٹتے ہیں اور خود شراب پیتے ہیں۔ زنا کرنے والوں کو سنگسار کرتے ہیں اور خود زنا سے باز نہیں آتے۔ چور کا ہاتھ کاٹ ڈالتے ہیں لیکن خود چوری کرتے ہیں۔ لوگوں پر یہ احکام جاری کرنے سے پہلے کیا تجھ پر اور ان پر یہ احکام جاری نہیں ہوتے۔ کل ہارون! کیا حال ہوگا جب کہ خدائے جبار و قہار کا منادی پکارے گا کہ ظالموں کو اور جن پر انہوں نے ظلم کیا ہے ان کو لاؤ، کہاں ہیں ظلم کرنے والے اور ان کے اعوان و انصار؟ اس وقت بارگاہ عدالت میں تو پیش کیا جائے گا۔ تیرے ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے جن کو تیرے عدل وانصاف کے سوا کوئی چیز نہ چھڑا سکے گی۔ ظالم تیرے پیچھے پیچھے ہونگے اور تو ان کا امام پیشوا بنا ہوا دوزخ کی طرف جا رہا ہوگا۔ گویا اے ھارون! میں تجھے اس حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ تو اپنی نیکیوں کو غیر کے ترازو میں ڈالے گا۔ اور غیر کی برائیاں تیرے ترازو میں ہوں گی۔ جو تیری برائیوں سے بھی زیادہ ہوں گی مصیبت پر مصیبت ہوگی۔ تاریکی پر تاریکی ہوگی۔ میری نصیحت کو ذہن نشین کر اور جو نصیحت میں نے تجھے کی ہے اسے قبول کر اور جان لے کہ میں نے نصیحت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

ھارون! اپنی رعیت کے معاملے میں خدا سے ڈر۔ اور اُمت محمدیؐ کی نگہداشت کر۔ ان پر اچھے طریقے سے خلافت کر اور سمجھ لے کہ خلافت اگر کسی کے پاس رہتی تو تجھ تک نہ پہنچتی اور تیرے پاس سے بھی دوسرے کے پاس چلی جائے گی۔ یہ دنیا اسی طرح یکے بعد دیگرے دنیا داروں میں منتقل ہوتی

رہتی ہے۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو نفع بخش شے کا انتظام کر لیتے ہیں۔ اور وہ بھی ہیں۔ جو دُنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان میں رہتے ہیں۔

ہارون! میرا خیال ہے کہ تُو ان لوگوں میں سے ہے جو دنیا اور آخرت میں نقصان والے ہیں۔ اس لیے اس کے بعد میرے پاس کبھی خط نہ لکھنا ورنہ مَیں جواب نہ دوں گا۔ والسلام"

جب یہ خط ہارون کے پاس پہنچا اور پڑھنے لگا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ وہ پڑھ رہا تھا اور ہچکیاں بندھی ہوئی تھیں ہم نشینوں میں سے کسی نے کہا۔

"امیر المومنین! سفیانؒ نے آپ پر بہت جرأت کی ہے۔ اگر آپ اسے لوہے کی زنجیروں میں باندھ کر قید میں ڈال دیں تو دوسروں کو اس سے عبرت ہو گی۔

ہارون نے کہا "دنیا کے بندو! اس خیال کو چھوڑ دو۔ مغرور وہ ہے جسے تم نے غافل بنا دیا۔ بدبخت وہ ہے جسے تم نے ہلاک کر دیا۔ اور سفیان اکیلا ایک جماعت کی حیثیت رکھتا ہے۔ تم اُسے اس کی حالت پر رہنے دو۔"

ہارون نے اس خط کو ہمیشہ اپنے پہلو میں رکھا اور مرتے دم تک اس کا یہ دستور رہا کہ ہر نماز کے بعد اس خط کو پڑھ لیا کرتا۔

(ماخوذ از تنظیم اہلحدیث ۳۰ مئی ۱۹۳۴ء)

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک اور حضرت سلمہ بن دینار ابو حازمؒ کا

مکالمہ

حق گوئی اور زہد و تقوٰی کی قابل پیروی مثال

خلیفہ پراس کا اثر

ابو حازمؒ کی شخصیت

ابو حازمؒ مشہور تابعی ہیں۔ اپنے وقت کے فضلاء سے تھے۔ مسجدِ نبویؐ میں عدالت کیا کرتے تھے۔ حق گوئی اور زہد و تقوٰی ان کا ضرب المثل ہے۔ (تہذیب) فرمایا کرتے تھے جس دوستی میں ملاقات زیادہ ہو آخر اس میں فرق آجاتا ہے۔ میں نے پہلے علماء کو اس حال میں پایا کہ امراء و سلاطین انکے پاس آتے۔ اور غلاموں کی طرح ان کے دروازے پر ٹھہرے رہتے۔ اب یہ حالت ہے کہ علماء اور عُبّاد امراء و اغنیاء کے پاس آتے ہیں۔ جب امراء و اغنیاء نے اہل علم کو اس حالت میں دیکھا تو ان کی نظر میں حقیر و ذلیل ہو گئے۔ اور ان کے دل میں یہ بات پیدا ہو گئی کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے جو ان کے پاس ہے۔ ورنہ یہ ہمارے پاس کیوں آتے۔ جب تو اس زمانہ میں ہو جس میں صرف قول بلا عمل رہ جائے اور اسی پر لوگ شاداں و فرحاں ہوں تو سمجھ لے تُو بدترین لوگوں اور بدترین زمانہ میں ہے۔

(طبقات الکبریٰ شعرانی)

خلیفہ سلیمان کی شخصیت

خلیفہ سلیمان بن عبدالملک بنی امیّہ کے مشہور سلاطین سے ہیں جنکا دارالخلافہ شام تھا۔ ان کے عام حالات بادشاہوں کے سے تھے۔ مگر ایک عمل ان کا ان کی تازہ یادگار ہے۔ خدا چاہے تو ان کی نجات کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ یعنے ہر شخص اُسی کے ساتھ ہو گا جس سے اُس کی محبت ہے۔ خلیفہ سلیمان نیکوں سے محبت رکھتے اور ان ہی کی تلاش میں رہتے۔

ضحاک بن موسےؒ فرماتے ہیں۔ خلیفہ سلیمان بن عبدالملک مکہ کو جاتے ہوئے مدینہ شریف میں اُترے۔ اور وہاں کئی دن ٹھہرے۔ فرمایا:

مدینہ میں کوئی صاحب ہیں جنہوں نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو؟

لوگوں نے کہا۔ ابو حازمؒ ہیں۔

کسی شخص کو بلانے کے لیے بھیجا۔ ابو حازمؒ آئے۔

سلیمان۔ "اے ابو حازم! یہ سختی کیسی؟"

ابو حازمؒ۔ آپ نے مجھ سے کیا سختی دیکھی۔

سلیمان۔ میری ملاقات کو شرفاء مدینہ آئے۔ مگر آپ نہیں آئے۔

ابو حازم۔ اے امیر المومنین! خدا آپ کو واقعہ کے خلاف کہنے سے بچائے اس دن سے پہلے نہ آپ نے مجھے پہچانا۔ نہ میں نے آپ کو دیکھا (جب ہم میں کوئی راہ و رسم ہی نہیں۔ تو ملاقات نہ ہونا معمولی بات ہے۔ ہاں امیروں کے پاس لوگ عموماً کسی طمع سے آتے ہیں۔ سو خدا نے مجھے اس سے مستغنی کر دیا ہے)

ابو حازمؒ کے اس جواب پر خلیفہ نادم ہوتے۔ اور محمدؒ بن شہابؒ زہری کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ شیخ (ابو حازمؒ) نے ٹھیک کہا۔ میں نے غلطی کی۔

سلیمانؒ ۔ اے ابو حازمؒ ! ہم موت کو کیوں بُرا سمجھتے ہیں ؟

ابو حازمؒ ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے آخرت کو خراب کیا ۔ اور دنیا کو آباد کیا ۔ آبادی چھوڑ کر ویرانی میں جانا کون پسند کرتا ہے ؟

سلیمانؒ ۔ یہ تو آپ نے بالکل ٹھیک کہا ۔ اب یہ بتلائیے کہ ہم قیامت کو خدا کے پاس حاضر ہوں گے ۔ اس کی کیا صورت ہے ؟

ابو حازمؒ ۔ انسان دو طرح کے ہیں ۔ نیک یا بد ۔ خدا کے پاس اس طرح سے حاضر ہوں گے ۔ جیسے کوئی سفر کو گیا ہوا اپنے گھر کو واپس آتا ہے ۔ اور بدوں کی مثال بھاگے ہوئے غلام کی سی ہے ۔ جو پکڑ کر آقا کے سامنے لایا جاتا ہے "

یہ سُن کر خلیفہ کے آنسو جاری ہو گئے ۔

سلیمانؒ " کاش ہمیں علم ہوتا کہ خدا کے ہاں ہمیں کیا ملے گا "

ابو حازمؒ ۔ " اپنے عمل کتاب اللہ پہ پیش کرو ۔ خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ خدا کے ہاں کیا ملے گا "

سلیمانؒ " یہ بات کتاب اللہ کے کس مقام پر پا سکتا ہوں "

ابو حازمؒ : ان آیتوں میں اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ ۔ نیک نعمتوں میں ہیں اور بد جہنم میں ہیں ۔

ان آیتوں کو دیکھ کر انسان خود ہی فیصلہ کر سکتا ہے کہ میرے لیے خدا کے ہاں کیا ہے ؟

سلیمانؒ : اے ابو حازمؒ ! خدا کی وسیع رحمت کہاں گئی ؟

ابو حازمؒ ۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ

یعنے خدا فرماتا ہے ، رحمت الٰہی نیکوں کے قریب ہے "

سلیمانؒ ۔ " اے ابو حازمؒ ! اللہ کے پاس زیادہ عزت والا کون ہے ؟ "

ابو حازمؒ ۔ صاحب مروّت اور صاحب عقل یعنے تقویٰ شعار ۔

سلیمانؒ - افضل اعمال کون سے ہیں؟

ابوحازمؒ - فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے پرہیز۔"

سلیمانؒ - کون سی دعا زیادہ سنی جاتی ہے؟

ابوحازمؒ - احسان کیئے گئے کی۔ احسان کرنے والے کے حق میں۔

سلیمانؒ - کون سا صدقہ افضل ہے۔

ابوحازمؒ - تنگ دست کا صدقہ تنگ دست پر۔ جس میں کسی قسم کا احسان نہ جتایا جائے۔ نہ کوئی تکلیف دی جائے۔"

سلیمانؒ - زیادہ انصاف والی بات کون سی ہے؟

ابوحازمؒ - "تیری حق گوئی ایسے شخص کے پاس جس سے تجھے خوف ہو یا کچھ طمع ہو۔"

سلیمانؒ - سب سے ہوشیار کون ہے؟

ابوحازمؒ - خدا کا فرمانبردار اور لوگوں کو فرمانبرداری کی دعوت دینے والا۔"

سلیمانؒ - مومنوں سے احمق کون ہے۔

ابوحازمؒ - جو دنیا کی خاطر اپنی آخرت دنیا کے ساتھ فروخت کر دے یعنی ظلم میں ظالم کی امداد کرے۔"

سلیمانؒ "بالکل درست ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ ہماری بابت آپ کا کیا خیال ہے؟"

ابوحازمؒ "اے امیر المومنین! بہتر ہے کہ آپ مجھے اس سے معافی دیں۔"

سلیمانؒ "کچھ حرج نہیں۔ نصیحت کے طور پر کچھ سننا چاہتا ہوں۔"

ابوحازمؒ - تیرے باپ داداؤں نے تلوار کے زور پر لوگوں کو دبایا اور زبردستی ملک پر قبضہ کر لیا نہ کسی سے مشورہ لیا نہ کسی کی رضا دریافت کی یہاں تک کہ بہت سے خون بہا دیئے۔ آخر وہ کوچ کر گئے۔ کاش آپ اس بات کو سمجھیں کہ لوگوں نے ان کے حق میں کیا کہا۔ یعنی وہ ان پر لعنت کرتے اور یہ

ان پر لعنت کرتے ۔

مجلس میں سے ایک شخص یہ سن کر طیش میں آ گیا اور کہا ۔"اے ابو حازمؒ ! یہ جو کچھ تو نے کہا بُرا کیا ؛

ابو حازمؒ نے جواب دیا :" تو جھوٹا ہے ۔ میں نے درست کہا ۔ خدا نے علماء سے عہد لیا ہے کہ کتاب اللہ کو لوگوں کے لیے بیان کرو گے ۔ اور اس کو چھپاؤ گے نہیں ۔" (سو میں کسی کے دباؤ اور لحاظ سے حق کہنے سے نہیں رک سکتا ۔)

سلیمانؒ ۔ گزشتہ کے تدارک اور اصلاح کی کیا صورت ہے ؟

ابو حازمؒ ۔ سختی اور خود پسندی چھوڑ دو ۔ امر معروف کے ساتھ چنگل مارو اور تقسیم میں انصاف کرو ۔"

سلیمانؒ ۔" اس پر عمل کی کیا صورت ہے ؟"

ابو حازمؒ ۔ شے کو حلال طریق سے لو اور اس کے اہل کے سپرد کر دو ۔"

سلیمان ۔ اے ابو حازمؒ ! آپ ہماری صحبت میں رہ سکتے ہیں ۔ اس میں فریقین کا فائدہ ہے ۔ آپ ہم سے فائدہ اٹھائیں ہم آپ سے ۔

ابو حازمؒ ۔ خدا کی پناہ

سلیمانؒ ۔ کیوں ۔

ابو حازمؒ ۔ خطرہ ہے کہ میں تمہاری صحبت کے اثر سے تھوڑا بہت تمہاری طرف جھک جاؤں تو مجھے خدا دگنا عذاب دنیا کا دے اور دوگنا آخرت کا ۔ یعنی میں اس وعید کا مستحق ہو جاؤں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہوا ہے کہ " اے محمدؐ ! اگر تو تھوڑا سا دنیا کی طرف مائل ہو جائے تو ہم تجھے دوگنا عذاب دنیا کا چکھائیں اور دوگنا آخرت کا ،

سلیمانؒ ؛ اگر ساتھ نہیں رہتے تو اپنی جو ضرورت ہو بتلائیں ۔

ابو حازمؒ ۔ مجھے جہنم سے نجات دے اور جنت میں داخل کر ۔

سلیمانؒ ۔ یہ میرے اختیار کی چیز نہیں ۔ بلکہ خدا کا کام ہے ۔

ابو حازمؒ ۔ پس پھر میری آپ کی طرف کوئی حاجت نہیں ۔

سلیمانؒ ۔ میرے لیے دعا کیجئے ۔

ابو حازمؒ ۔ یا اللہ! اگر سلیمان تیرا دوست ہے ۔ تو اس کے لیے دنیا اور آخرت کی بھلائی آسان کر دے ۔ اور اگر تیرا دشمن ہے تو تو اس کی پیشانی پکڑ کر اس شے کی طرف لے جا جس کو تو دوست رکھتا ہے اور پسند کرتا ہے ۔

سلیمانؒ ۔ بس ؟

ابو حازمؒ ۔ مَیں نے اختصار کے ساتھ بہت کچھ دعا کر دی ہے ۔ اگر تو کسی شے کی اہلیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو ۔ تو مجھے اپنی کمان سے بغیر تندی کے تیر پھینکنا کچھ فائدہ نہیں ۔ یعنی تیری اہلیت کے بغیر میری دعا فضول ہے

سلیمانؒ ۔ مجھے کچھ وصیت کیجئے ۔

ابو حازمؒ ۔ مَیں آپ کو مختصر اور جامع وصیت کرتا ہوں ۔ اپنے رب کی بزرگی اور عظمت کو قائم رکھ ۔ جس جگہ سے اس نے تجھے منع کیا ہے اس جگہ وہ تجھے حاضر نہ دیکھے اور جس جگہ کی حاضری کے لیے اس نے حکم دیا ہے اس جگہ سے تجھے گم نہ پائے ۔"

اس وصیت کے بعد ابو حازم جب مجلس سے نکلے تو خلیفہ سلیمانؒ نے ان کی خدمت میں سو دینار بھیجا اور لکھا کہ اس کو خرچ کیجئے ۔ اور ا تنت میں اور بھیجوں گا ۔ ابو حازم نے یہ دینار رَد کر دیئے اور کہا کہ اے امیر المومنین! خدا آپ کو اس بات سے پناہ دے کہ آپ کا سوال و جواب مجھ سے بطور مذاق کے ہو جس کی کچھ حقیقت نہ ہو ۔ یعنے عمل کی نیت سے نہ ہو ۔ اور اس بات سے بھی پناہ دے کہ میرا ان دیناروں کو رد کرنا آپ کی ذلت کے لئے ہو ان دیناروں کو مَیں آپ کے لیے پسند نہیں کرتا ۔ تو اپنے نفس کے لیے کس طرح پسند کروں گا ۔"

موسےٰ علیہ السلام فرعون سے بھاگ کر مدین کے کنوئیں پر پہنچے تو چرواہے

پانی پلاتے تھے۔ ان سے ورے دو عورتیں دیکھیں جو اپنی بکریوں کو پیچھے ہٹاتی تھیں۔ موسٰے علیہ السلام نے کہا کہ تم کیوں پانی نہیں پلاتیں۔ انہوں نے کہا ہم اس وقت پلاتی ہیں جب چرواہے لوٹ جاتے ہیں۔ اور ہمارا باپ بہت بوڑھا ہے۔ وہ اس قابل نہیں کہ مردوں کے ساتھ آ کر جرس کھینچے۔

موسٰے علیہ السلام کو ان کی حالت پر رحم آیا اور ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ پھر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور دعا کی کہ یا اللہ! میں اس وقت اس روزی کا محتاج ہوں۔ جو تو نے میری قسمت میں اتاری ہے" اور یہ دعا اس لیے کی کہ اس وقت بھوکے، خوف زدہ اور ہراساں تھے۔ پس خدا سے سوال کیا نہ کہ لوگوں سے چرواہوں کو اس کا کچھ بھید نہیں لگا۔

ان دونوں لڑکیوں نے (آثار سے) معلوم کر لیا (کہ یہ شخص بھوکا ہے) جب اپنے باپ کے پاس واپس آئیں۔ تو سارا قصہ سنایا اور ان کے والد شعیب علیہ السلام نبی تھے۔ انہوں نے کہ یہ شخص بھوکا ہے۔ ان دونوں سے ایک لڑکی کو کہا جا اس شخص کو بلا لیا۔ جب آئی تو موسٰے علیہ السلام کو دعوت دی۔ اور منہ ڈھانک کر کہا کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں۔ تاکہ پانی پلانے کے عوض آپ کے ساتھ سلوک کریں۔ موسٰے علیہ السلام پر اس دعوت کا قبول کرنا بڑا دشوار ہوا کیونکہ اس نے پانی پلانے کے عوض سلوک کرنے کا ذکر کیا۔ لیکن پہاڑوں کے درمیان ایسے پُرخطر جنگل میں بھوکے ٹھہرنا بھی مناسب نہیں تھا اس لیے اس کے پیچھے ہو لئے۔ راستے میں ہوا چلتی اور لڑکی کے کپڑے اڑ کر بدن کا بعض حصہ ننگا ہو جاتا۔ موسٰے علیہ السلام دائیں بائیں منہ پھیر لیتے۔ (لیکن پھر بھی ناگہانی نظر پڑ جاتی اور اس وجہ سے بہ تقاضائے نفس) جب خطرہ ہوا تو لڑکی کو آواز دی کہ اے اللہ کی بندی! تو میرے پیچھے چل۔ اور پیچھے سے مجھے راستہ بتاتی رہ۔ جب شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے تو عشاء کا کھانا تیار تھا۔ شعیب علیہ السلام نے کہا اے جوان بیٹھ اور کھانا کھا۔ موسٰی علیہ السلام

نے کہا۔ خدا کی پناہ میں یہ کھانا نہیں کھا سکتا۔ شعیب علیہ السلام نے کہا کیا تجھے بھوک نہیں ہے۔ کہا بھوک تو ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ میرے پانی پلانے کا عوض نہ ہو جائے۔

(وہ میں نے للہ پلایا تھا) اور میں ایسے خاندان سے ہوں کہ اگر روئے زمین سونے سے بھر کر کوئی دے دے تو بھی اپنے دین سے کوئی چیز فروخت نہیں کرتے۔ شعیب علیہ السلام نے کہا کہ اے جوان! یہ عوض نہیں عوض تب ہوتا جب میں خاص تمہارے عمل کا لحاظ کر کے تیار کیا ہوتا بلکہ مہمان نوازی اور کھانا کھلانا ہمارے خاندان کی قدیمی عادت ہے۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے بیٹھ کر کھانا کھا لیا۔

سو اے امیر المومنین! اگر یہ سو دینار آپ نے میرے وعظ کا عوض سمجھ کر دیئے ہیں تو مُردار، خون اور گوشت خنزیر بر اضطراری حالت میں اس سے زیادہ حلال ہیں۔ اور اگر بیت المال میں میرا حق سمجھ کر دیئے ہیں تو میرے اور بہت بھائی ہیں، ان سب میں مساوات کریں تو بہتر۔ ورنہ مجھے ان دیناروں کی ضرورت نہیں۔ (دارمی صہ ۵۹)

خلیفہ سلیمان پر اس کا اثر

اس کے بعد خلیفہ صاحب کی حالت دن بدن روبصلاحیت ہوتی گئی اور خیالات بدلتے گئے۔ خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے رجا بن حیوہ جیسے مشیر عطا فرمائے جن کے نیک مشوروں سے دنیا و آخرت کی بھلائیاں جمع ہو گئیں یہاں تک کہ اخیر وقت خلیفہ سے ایک اتنا بڑا عمل ہوا جس کی ایسے شخص سے نظیر مشکل ہے یعنی مرض وفات میں باوجود محبت دنیا کے اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو چھوڑ کر ایثار اور قربانی کرتے ہوئے تخت و تاج کا

مالک عمر بن عبدالعزیز جیسے صالح شخص کو کر گئے۔ جن کی صلاحیت اور عدل و انصاف کی برکت سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ لوٹ آیا جس کی وجہ سے ان کا نام ہی عمر ثانی ہو گیا۔ بکریوں کے چرواہے کہتے تھے کہ ان کے زمانہ میں بھیڑیوں نے بھیڑوں بکریوں پہ زیادتی ترک کر دی تھی۔ یہ پودا دراصل سلیمان ایسے دور اندیش کا لگایا ہوا تھا جن کو صالحین سے خاص اُنس تھی۔

رجاء بن حیوہ کہتے تھے۔ جمعہ کا دن ہوا تو سلیمان نے عمدہ کپڑے پہنے اور شیشہ دیکھا تو کہا خدا کی قسم میں نوجوان بادشاہ ہوں۔ گویا خیال ہوا کہ ابھی طبعی عمر کافی ہے۔ جمعہ پڑھا کر ابھی گھر کو نہیں لوٹے کہ بخار ہو گیا۔ جب ناامیدی کے آثار نظر آئے تو آپ نے کسی نابالغ بیٹے کو خلافت سپرد کرنی چاہی۔

میں نے کہا اے امیر المومنین! کسی نیک آدمی کو مسلمانوں کا خلیفہ بنانا۔ یہ عمل قبر میں خلیفہ کا نگران و محافظ ہوتا ہے (جیسے وہ نیک کو خلیفہ بنا کر مسلمانوں کے حقوق کی نگرانی کرتا ہے۔ خدا قبر میں اس کی نگرانی کرتا ہے۔ اور قبر کی آفتوں اور مصیبتوں سے اس کو محفوظ رکھتا ہے۔

خلیفہ سلیمان نے کہا۔ اچھا میں استخارہ کرتا ہوں اور سوچتا ہوں۔

ایک دن یا دو دن ٹھہرے۔ پھر مجھے بلا کر کہا کہ ..... داؤد بن سلیمان کیسا ہے؟

میں نے کہا ..... وہ اس وقت آپ کے پاس نہیں قسطنطنیہ میں ہے اور یہ بھی معلوم نہیں حیات ہے یا وفات پا گیا ہے۔

خلیفہ سلیمان نے کہا۔ تیرے خیال میں اور کون ہے؟

میں نے کہا۔ جو امیر المومنین کی رائے ہے وہ میری رائے ہے۔ (اس کہنے سے میرا مطلب یہ تھا کہ دیکھوں خلیفہ کس کا نام لیتے ہیں)

خلیفہ سلیمان نے کہا۔ اے رجاء! تیرے خیال میں عمر بن عبدالعزیز کیسے ہیں؟

میں نے کہا۔ میرے علم میں بہتر شخص صاحب علم وفضل پورے مسلمان ہیں۔ خلیفہ سلیمان نے کہا۔ خدا کی قسم وہ ویسے ہی ہیں (پھر کہا) اگر میں نے ان اکیلوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے سوا کسی کو نہ بنایا تو فساد کا ڈر ہے۔ لوگ ان پر متفق نہیں ہوں گے (کیونکہ میرے بھائیوں وغیرہ کی نیت صاف نہیں) میرا خیال ہے کہ میں ان کے بعد یزید بن عبدالملک کو خلیفہ بنا دوں کیونکہ اس سے لوگوں کو تسلی رہے گی۔ اور اس طریق سے سب عمر بن عبدالعزیز پر متفق ہو جائیں گے۔

میں نے کہا۔ اے امیرالمومنین! آپ کی رائے درست ہے۔

پس عمر بن عبدالعزیز کے نام خلافت دی اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک کے نام۔ پھر اس تحریر پر سب سے بیعت لی (تاریخ ابن جریر)

اعمال کی برکات اور نیک خاتمہ کے آثار

غالباً اسی (نیکوں کی محبت اور ان کی تلاش اور ایسے ایثار اور قربانی) کی برکات ہیں کہ خلیفہ کی موت کے آثار بہتر تھے۔ رجاء بن حیوہ کہتے ہیں۔ اس تحریر پر بیعت لینے کے بعد میں خلیفہ پر داخل ہوا تو وہ دنیا کی آخری گھڑیاں پوری کر رہے تھے۔ جب موت کی بے ہوشی ہوتی تو میں خلیفہ کا منہ قبلہ کی طرف کر دیتا۔ جب ہوش میں آتے تو کہتے، ابھی آخری وقت نہیں ہوا۔ جب تیسری دفعہ بیہوشی شروع ہوئی تو کہا۔ اے رجاء! اب قبلہ رُخ کرنے کا وقت ہے اگر تو میرا کچھ بھلا چاہتا ہے۔ پھر کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ بس اسی پر خاتمہ ہو گیا۔
(تاریخ ابن جریر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ جس کی آخری کلام لا الٰہ الا اللہ

ہو وہ جنت میں داخل ہوگا (مشکوٰۃ باب مایقال عند من حضرۃ الموت فصل ۲)
خلیفہ سلیمان کی وفات اس حدیث کے مطابق ہوئی۔ خدا تعالیٰ ہمیں بھی اسی حدیث کے ماتحت وفات نصیب کرے اور اپنے نیک بندوں کی جماعت میں ملائے۔ آمین!

(عبداللہ امرتسری از روپڑ۔ ماخوذ تنظیم اہلحدیث روپڑ ۱۹ رجولائی ۱۹۳۴ء جلد ۳ نمبر ۲۱)

جہاد اکبر

سعید بن جبیرؒ اور حجاج بن یوسف

عبدالملک بن مروان نے جب مسلمانوں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ صحابی ایسے متقی و زاہد و شب زندہ دار خلیفہ کے بالمقابل بزور شمشیر و عسکری قوت سے اپنی خلافت منوانا چاہی تو اس عہد میں اجلّہ صحابہؓ مثل ابن عمرؓ۔ انس بن مالکؓ، جابر بن عبداللہؓ۔ سہیل بن سعد ساعدیؓ اور مشاہیر فقہاء تابعین رضوان اللہ علیہم نے عبدالملک کی خلافت کو ناجائز و باطل کہہ کر عبداللہ بن زبیرؓ کے خلیفہ برحق ہونے کا فتویٰ دیا تھا۔ پس جب عبدالملک جبراً اسلامی مملکت پر قابض ہوگیا تو فتح عراق کے بعد اس نے حجاج بن یوسف ایسے شقی القلب ظالم کو عراق کا گورنر بنا دیا جس نے نشۂ حکومت سے سرشار ہو کر حجاز میں جرار لشکر بھیج کر مکہ مکرمہ پر بذریعہ منجنیق آگ برسائی۔ جس سے غلاف کعبہ بھی جل گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو تنعیم میں سولی دیا۔ اور اہل حرمین کو ہراساں و خوفزدہ کرنے کی غرض سے خلیفہ کی لاش کو سولی پر ہی تین دن تک لٹکائے رکھا

مذکورہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی مشکیں بندھوا کر انتہائی تحقیر و تذلیل سے ان کی تشہیر کرائی ۔ مگر حضرت سعید بن جبیر کو جو جُھبَذَۃُ العلماء اور فقیہ کوفہ کے نام سے شہرہ آفاق اور حبر الامۃ حضرت ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کے ارشد تلامذہ سے تھے ۔ جن کی علمی عظمت کا تھوڑا سا ذکر علامہ ذہبیؒ نے یوں کیا ہے کہ " اہل عراق جب موسم حج میں حضرت ابن عباسؓ سے فتوے پوچھنے کی کوشش کرتے تو آپ علی الاعلان فرماتے **الیس فیکم سعید ابن جبیر** ۔ جب سعید بن جبیرؒ ایسے ذیشان فقیہ تمہارے ملک میں موجود ہیں تو پھر ہم سے فتویٰ پوچھنے کی آپ کو ضرورت نہیں "

چونکہ حضرت سعید بن جبیرؒ بھی ان مفتیوں میں سے ایک تھے جو عبد الملک کو باغی و جابر ہونے کا فتویٰ دیتے تھے ۔ اس لیے حجاج نے حکم دیا کہ سعید کی مشکیں باندھ کر انتہائی ذلیل کن حالات میں میرے روبرو پیش کیا جائے ۔

چنانچہ مامورین نے انتہائی ذلت و رسوائی کی صورت میں حضرت سعیدؒ کو حجاج کے روبرو پیش کیا ۔ پس ان کی اس وقت جو گفتگو ہوئی وہ بصورت مکالمہ درج ذیل ہے ۔

حجاج (جواہرات سے بھرا ہوا تھال دکھا کر کہنے لگا) یہ خلیفہ کی بیعت و اطاعت کا ثمرہ ہے ۔

حضرت سعید ۔ مگر جب یہ جواہرات خدا کے غضب و دوزخ کی آگ سے نہ بچا سکے تو ان سے کیا فائدہ ۔

حجاج ۔ (انتہائی غضبناک لہجہ میں) انت شقی بن کسیر کیا تو ہی بدبخت ابن ناکارہ ہے ۔

سعیدؒ (انتہائی بے باکی اور جرأت سے) نہیں نہیں میری والدہ نے میرا نام سعید رکھا ہے اور بفضلہ میں سعید بن جبیرؒ ہوں ۔

حجاج (انتہائی خشمگیں ہو کر) کیا جس ذلت و رسوائی سے تو میرے سامنے

کھڑا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی اور ذلت بھی ہو سکتی ہے۔

سعیدؒ (دلیرانہ انداز میں) مجھ پہ یہ جور و جفا اور ظلم کے پہاڑ کیوں ڈھائے جا رہے ہیں؟

حجاج۔ یہ خلیفہ عبدالملک کی بیعت سے انکار و انحراف کا نتیجہ ہے۔

سعیدؒ۔ لیکن بیعت کے صحیح حقدار امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہی ہیں۔ عبدالملک کی بیعت بالکل ناحق ہے۔

حجاج (یہ بیباکانہ جواب سنکر آگ بگولا ہو گیا۔ اور ایک طمانچہ سعیدؒ کے منہ پہ مار کر کہنے لگا) تم اپنی شرارت اور گستاخی سے توبہ نہیں کرو گے؟

سعیدؒ۔ یہی کلمۃ الحق کہنے کا مقام اور "افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" کا مصداق ہے۔

حجاج (انتہائی غصہ و جوش سے لال پیلا ہو کر جلادوں کو حکم دیتا ہے۔
"اس گستاخ کو مقتل میں لے جا کر فوراً قتل کر دو"

سعیدؒ۔ اگر قتل ہی کرنا ہے تو مشکیں کھول دو۔ تاکہ میں شکرانہ کے طور پر دو نفل پڑھ لوں۔

حجاج۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم یہ بہانہ کر کے معافی چاہتے ہو۔

سعیدؒ۔ بخشش اور معافی تو خدائے وحدہ لاشریک سے طلب کی جاتی ہے تجھ جیسے حقیر و بے بس انسان سے معافی مانگنا تو بالکل بے وقوفی اور سراسر جہالت ہے۔

حجاج (انتہائی غصہ سے کڑک کر) ایسی گستاخانہ گفتگو مت کرو۔ تم یہ بتلاؤ کہ کس طرح تجھے قتل کیا جائے۔

سعیدؒ: جس طرح میرے ہاتھ سے قیامت کے دن تجھے قتل ہونا پسند ہے ویسے ہی مجھے قتل کر دو"

حجاج (جلادوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے) سعید کا منہ قبلے سے الٹے رخ کر کے مقتل میں لے جا کر قتل کر دو۔

سعید (جب مجلس سے نکالے گئے) تو انتہائی مسرت سے کھل کر ہنس پڑے۔
حجاج : (ہنسی معلوم کر کے) سعید کو دوبارہ میرے روبرو پیش کرو (چنانچہ دوبارہ پیش کئے جاتے ہیں)

حجاج - تم اپنے کھل کر ہنسنے کی وجہ و سبب بیان کرو ؟
سعیدؒ - مجھے تیری جرأت و بے وقوفی اور اللہ تعالےٰ کے حلم پر تعجب کی وجہ سے ہنسی آگئی ہے۔

حجاج (برہم ہو کر جلادوں سے کہتا ہے) یہیں میرے سامنے چمڑا بچھا کر قبلہ سے اُلٹے رخ اوندھا۔ منہ لٹا کر جلدی قتل کرو۔

سعیدؒ - تیری یہ تدبیر میرے دوگانہ شکر کے منافی نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ جل شانہ فرماتے ہیں۔ اینما تولوا فثم وجہ اللہ۔ جس طرف تم منہ کرو۔ اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے۔

حجاج (جلادوں سے کہتا ہے) دیر مت کرو (چنانچہ جلادوں نے چمڑا بچھا کر منہ کے بل لٹا دیا)

سعیدؒ (لیٹے ہوئے) انی وجہت وجہی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا وما انا من المشرکین۔ بے شک ! میں نے اپنا منہ اس کی طرف کر دیا جو کہ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ میں اپنی جان توحید پر دے رہا ہوں۔ اور نہیں ہوں میں مشرکوں سے۔

حجاج - بجائے تلوار کے قتل کرنے کے چھری سے ذبح کرو۔

سعیدؒ - (لیٹے ہوئے) منھا خلقناکم وفیھا نعیدکم ومنھا نخرجکم تارۃ اخری۔ یعنی زمین ہی سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں لوٹا دیں گے اور دوبارہ زمین ہی سے تم کو نکالیں گے۔

حجاج (جلادوں سے) دیر کیوں کرتے ہو۔ جلدی ذبح کرو۔

سعیدؒ (جب گردن پر چھری چلنے لگی) اے حجاج ! خبردار ہو جائیں۔ یہ

یہ گواہی دیتا ہوا تجھ پر یہ حجت قائم کرتا ہوں۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ تاکہ میں قیامت کے دن تجھ پر پورا پورا مواخذہ کر سکوں"۔ میں اس امر کی شہادت دیتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول اور بندے ہیں اور میں مسلمان ہوں۔

اس شہادت کے بعد دعا فرمائی۔ اللھم لا تسلطہ علی مسلم ان یقتلہ بعدی۔ اے اللہ تعالےٰ اس ظالم کو میرے قتل کے بعد کسی مسلمان کو قتل کرنے کے لیے غلبہ ہی نہ دیت۔

پس اسی وقت قتل کر دیئے گئے۔ یہ ۹۵ھ کا واقعہ ہے۔ اس وقت آپ کی عمر ۴۹ سال تھی۔ اس واقعہ کے بعد ابھی پندرہ ہی منٹ گزرے تھے کہ حجاج کے پیٹ میں آکلہ (گوشت خور پھوڑا) پیدا ہو گیا۔ شدت درد سے نڈھال ہوا تو شاہی طبیب اس نتیجہ پر پہنچا کہ یہ لا علاج مرض ہے۔ چنانچہ اس نے مزید تفتیش کے لیے بدبودار گوشت کی بوٹی دھاگے سے باندھ کر حجاج کے حلق میں لٹکا دی اور تھوڑی دیر بعد جب وہ نکالی تو وہ خون آلودہ تھی۔ پس اس نے کہہ دیا کہ اس کی موت واقع ہونے والی ہے۔ اس کے بعد کل پندرہ دن زندہ رہا۔ جتنے دن زندہ رہا چیختا چلاتا ہی رہا۔ اور چلا چلا کر کہتا رہا کہ چھوڑاؤ مجھے چھوڑاؤ سعید مجھے پاؤں پکڑ کر گھسیٹے لے جا رہا ہے۔

(اکمال و تذکرہ)

عالمِ مدینہ امام مالکؒ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے امام مالکؒ کے علمی کمالات کا اعلان بطور بشارت جس انداز سے فرمایا ہے۔ سید سلیمان ندوی ایسے نامور مورخ نے حیات امام مالک میں یوں اسے آشکارا کیا ہے۔

"امام ہمام کا خاندان ابتدا سے علم کے ساتھ ایک خاص نسبت رکھتا تھا ان اضافی اوصاف کے ساتھ خود ذاتی جوہر نے وہ پروبال نکالے کہ دُنیا اسلام مشرق سے لیکر مغرب تک امام کے آوازۂ حق سے معمور ہوگئی۔ بلاد و ممالک اسلامیہ کی جغرافیائی وسعت ہر سہ معلومہ براعظم (ایشیا۔ یورپ وافریقہ) سے مسافران بلاانقطاع مدینہ کا رُخ کرنے لگے۔ اور اس طرح پیغمبر علیہ الصلواۃ و السلام کی یہ پیشین گوئی (آپ کی ذاتِ گرامی سے) پوری ہوئی جو کہ ابوہریرہؓ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا جبکہ لوگ طلب علم کے لیے اونٹ ہنکائیں گے لیکن مدینہ کے عالم سے زیادہ بڑا عالم کوئی نہ پائیں گے۔"

(حیات امام مالکؒ ص۴۶)

تاریخ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کو جس نمایاں حیثیت سے روشن و اُجاگر کیا ہے۔ اس کا ادنٰے مظاہرہ یہ ہے۔

۱۔ فن حدیث کی پہلی کتاب موطا (امام مالکؒ) کے نام سے دُنیا اسلام

لہ یعنی تبویب کی صورت میں ترتیب دی ہوئی ۱۲

کے سامنے پیش کرنے کی سعادت و شرف آپؒ ہی کو حاصل ہے۔

۲۔ آپؒ اگرچہ اتباع تابعینؒ میں سے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ مخصوص فضل و شرف آپ کو مل گیا۔ اکابر تابعینؒ مثل امام زہریؒ مدنی یحییٰ بن سعیدؒ انصاری، ہشام بن عروہؒ، سفیان ثوریؒ اور امام جعفر صادقؒ وغیرہم رضی اللہ عنہم آپؒ کے تلامذہ کی صف میں بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ آپؒ خود فرمایا کرتے کہ جن ائمہ عظام سے ابتداء میں ہم نے تلمذ و علمی استفادہ کیا بالآخر ان حضرات کی ایک بہت بڑی اکثریت نے خود ہم سے استفادہ کیا۔

۳۔ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ ائمہ مذاہب و مجتہدین یعنی امام ابو حنیفہؒ شافعیؒ قاضی ابو یوسفؒ امام محمدؒ حسن بن زیاد، عبداللہ بن وہبؒ، مفتی مصر ابو عمر اشہبؒ مصری امام ابن قاسمؒ اور خلفاء بنی عباسیہ، منصور عباسیؒ اور موسیٰ ہادی۔ ہارون رشیدؒ۔ محمد امینؒ عبداللہ۔ مامون عباسیؒ اور حبشہ کے فاقہ مست اور عرب کے پھٹے پرانے کپڑوں والے بدویؒ آپ کے درس میں دوش بدوش بیٹھے دکھائی دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ سلطان صلاح الدین ایوبیؒ ایسے نامور فاتح اسلام نے بھی آپؒ کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہونے کی غرض سے (موطا کی سماعت کیلئے) اسکندریہ سے قاہرہ تک کا سفر گوارہ کیا۔

امتحان و ابتلاء

عالم مدینہ کا علمی مقام چونکہ انتہائی بلند و نرالا تھا۔ بنا علیہ مصداق اشد البلاء علی الانبیاء ثم الامثل فالامثل الحدیث آپ کی آزمائش بھی ایسے انتہائی انوکھے طریق سے کی گئی کہ جس کے تصور سے ہی انسان لرزہ براندام ہوتا ہے۔ جس کی حقیقت یہ ہے کہ بعض فقہا نے ایک ایسا فتویٰ دے دیا کہ امراء و سلاطین کی عیاشی و شہوت رانی کے لیے انتہائی زبردست

دلیل اور بہترین تحریر ہونے کے ساتھ نصوص شرعیہ کے بالکل خلاف ومنافی تھا یعنے فتوٰی کے الفاظ یہ تھے کہ " اگر کسی مرد سے زبردستی یا ڈرا دھمکا کر (قتل وغیرہ کا خوف دلا کر) اس کی عورت پر طلاق حاصل کر لی جائے تو ایسی طلاق بالکل حق وصواب اور جائز وصحیح ہے "

(۱) پس جبکہ یہ فتوٰی عالم مدینہ کے روبرو پیش ہوا۔ تو آپ نے لا طلاق ولا عتاق فی اغلاق الحدیث کے پیش نظر علی الاعلان اس کی تردید و تکذیب کرتے ہوئے غیر مبہم الفاظ میں فرمایا کہ طلاق المکرہ لیس بشیئ یعنی جبر واکراہ سے حاصل کردہ طلاق بالکل لغو و باطل ہے۔ ایسی مطلقہ عورت سے نکاح کرنا ویسے ہی حرام و ناجائز ہے جیسا کہ عام منکوحہ عورتوں سے شریعت نے حرام و ناجائز قرار دے دیا ہے۔

۲۔ نہ صرف یہ کہ بلکہ عالم مدینہ اس حدیث سے یہ فتوٰی بھی دیتے کہ جس طرح طلاق المکرہ غلط و باطل ہے۔ ویسے ہی بزور شمشیر بیعت خلافت حاصل کرنے والے خلیفہ کی بیعت بھی شرعاً جائز وصحیح نہیں ہے۔ اور منصور کی بیعت خلافت چونکہ جبر واکراہ پر مبنی تھی اس لیے عالم مدینہ کے دونوں اعلانات بظاہر حکومت کو کھلا چیلنج تھے۔ اور اس طرفہ پر طرۃ یہ کہ ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر جعفر بن سلیمان تھا جو کہ منصور عباسی کا چچا زاد بھائی تھا۔

پس جبکہ یہ دونوں اعلانات اس نے سُنے۔ تو قرابت وحکومت کے نشہ سے سرشار اس نے امام صاحب کو انتباہی نوٹس دیا کہ آپؒ اپنے فتوٰی کو واپس لیجئے یا کم از کم آئندہ ایسا فتوٰی نہ دیجئے۔

حضرت امام مالکؒ کا وجود ہی فطرتاً کتاب وسنت کی نشر واشاعت کے لیے مختص تھا۔ بناء علیہ آپؒ نے جعفر بن سلیمان گورنر کے انتباہی نوٹس کی ایک ذرہ بھی پروا نہ کی۔ بلکہ مزید جوش وخروش سے رد و تردید کرتے ہوئے کھلم کھلا اعلان کرتے طلاق المکرہ لیس بشیئ یعنی جبر واکراہ سے حاصل کردہ طلاق

غلط و باطل ہے۔ اور اس سے نکاح کرنے والا ویسے ہی مجرم ہے جیسے کہ دوسری منکوحہ عورت سے نکاح کرنے والا۔

جعفر یہ معلوم کرکے کہ امام صاحب نے میرے حکم (آرڈر) کو ٹھکرا دیا ہے آگ بگولا ہوگیا اور پولیس کو حکم دیا کہ امام صاحب کو اخلاقی مجرم کی حیثیت سے انتہائی ذلیل کن حالت میں پیش کیا جائے۔ پس تعمیل حکم میں امام صاحب کو پولیس نے مجرموں کے کٹہرہ میں لا کھڑا کیا۔

جعفر نے غصہ سے لال پیلا ہو کر سخت و سست الفاظ سے کہا کہ:

" اپنا فتویٰ واپس لو یا کم از کم آئندہ ایسا فتویٰ نہ دینا۔ ورنہ سخت ذلیل کن سزا دی جائے گی "۔

امام صاحب نے بالکل واضح اور غیر مبہم الفاظ میں اس کے روبرو کھلے الفاظ میں الطلاق المکرہ لیس بشیئ کا نعرہ لگاتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہارے مفتیوں کے پاس اور تمہارے پاس کوئی نص قطعی موجود ہے، تو پیش کرو۔ ورنہ ہم فتوے کو واپس لینے یا اس سے باز رہنے کیلئے قطعاً تیار نہیں۔

والئی مدینہ جعفر یہ حالت دیکھ اور سُنکر پہلے سے بھی زیادہ بگڑ گیا۔ اور کہنے لگا کہ حکومت کے باغی اور فقہا کی مخالفت کرنے والے کا دماغ کوڑوں ہی کی ضربات سے درست کیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے جلادوں کو حکم دیا کہ فوراً کوڑے لگائیں اور جب تک یہ اپنا فتویٰ واپس لینے کا اقرار نہ کریں بدستور کوڑے لگاتے رہیں۔ پس جلادوں نے جبکہ کوڑے لگانے شروع کئے تو بجائے اس کے کہ آپ زدوکوب سے بیقرار ہو کر فتویٰ واپس لیتے آپؒ نے ہر ضرب کی شدت کو ضبط کرنے کے لیے طلاق المکرہ لیس بشیئ کا اعلان شروع کردیا۔ حتیٰ کہ کوڑوں کی ضربات سے آپؒ کے دونوں شانے معطل و بیکار ہو گئے۔ تمام بدن لہو لہان اور کپڑے لت پت ہو گئے۔ مگر عالم مدینہ ہیں کہ

پورے استقلال سے کہہ رہے ہیں طلاق المکرہ لیس بشیئ یا پھر کبھی یہ فرماتے اٰئتونی بشیئ من کتاب اللّٰہ و سنۃ رسولہ اگر منوانا ہے تو کتاب و سنت سے کوئی ثبوت دکھاؤ۔ مالک بن انس کو کوڑوں کی ضربات سے زخمی و نڈھال کر کے کلمہ حق سے باز رکھنا ؎

این خیال است و محال است و جنوں

والئ مدینہ جعفر نے جبکہ یہ حیران کن ماجرا دیکھا تو اپنی خفت و ندامت کو ٹالنے اور حضرت امام صاحب کو مزید ذلیل و رُسوا کرنے کی غرض سے یہ حکم دیا کہ آپؒ کا منہ کالا کر کے اُلٹے منہ اونٹ پر سوار کرتے ہوئے مدینہ منورہ کے گلی کوچوں میں تشہیر کراتے ہوئے یہ اعلان کیا جائے کہ جو کوئی حکومت اور علماء کی مخالفت کرے اس کی قرار واقعی سزا یہی ہے۔

پس جبکہ عالم مدینہ کو مذکورہ اعلان کے ساتھ گلی کوچوں میں پھرانا شروع کیا گیا تو جب کہ منادی خاموش ہو جاتا۔ تو آپ اونٹ پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرماتے:

من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا مالک بن انس الاشجعی و اقول طلاق المکرہ لیس بشیئ

جو شخص مجھے جانتا ہے اُسے تو میرے اس حال کا خوب علم ہے اور جو نہیں جانتا اسے میں خود بتائے دیتا ہوں کہ میں مالک بن انسؒ اشجعی انصاری ہوں اور میری اس تشہیر کا سبب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں، جبر و اکراہ سے حاصل کردہ طلاق شرعاً صحیح و جائز نہیں"

پس جب کہ دو تین دفعہ ہی حضرت امامؒ صاحب نے یہ اعلان فرمایا، تو سامعین میں سے کسی نے جا کر جعفر بن سلیمان والئ مدینہ سے کہہ دیا، کہ تمہاری منشاء تو عالم مدینہ کی توہین و تحقیر تھی۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہے کہ امام صاحب حکومت کی تشہیر کر رہے ہیں کہ یہ ایسی ظالم حکومت ہے کہ خلاف

شریعت ظلماً و جبراً منکوحہ عورتوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا اس حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے بعد جعفر نے کہلا بھیجا کہ امام مالک کو اپنے ہی حال پر چھوڑ دو۔ پس جبکہ حکومت کے کارندوں نے آپ کو کھلا چھوڑ دیا تو آپؒ سیدھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے اور دوگانہ شکر ادا کیا۔

یہ ماجرا دیکھ کر بعض لوگوں نے سوال کیا کہ حضرت آپؒ کے بدن سے خون جاری ہے۔ کپڑے اور بدن لت پت ہے۔ کیا ایسے حال میں بھی نماز جائز ہے

آپؒ نے فرمایا جب کہ حضرت سعید بن جبیرؒ پر حجاج بن یوسف نے ظلم کے پہاڑ توڑے تو انھوں نے اسی خون آلود بدن و کپڑوں اور جاری خون کی حالت میں دوگانہ شکر ادا کیا تھا۔ بناءٌ علیہ ان کی اقتدا میں ہم نے بھی دوگانہ ادا کیا ہے۔ ممکن ہے عند اللہ یہی نماز عمر بھر کی نمازوں سے زیادہ افضل و مقبول ہو۔

سیل حوادث سے مڑتا ہے کہیں مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

خلیفہ منصور کو جب اس اندوہناک واقعہ کی اطلاع ملی تو اس نے اُسی وقت جعفر بن سلیمان کو لکھا کہ تیری بیوقوفی کی یہی سزا ہے کہ تن تنہا گدھے پر سوار ہو کر بغداد پہنچ۔

معذرت

منصور نے حضرت امام صاحب کی خدمت میں عذر خواہی کرتے ہوئے خط ارسال کیا کہ جعفر بن سلیمان کی کمینہ حرکت پر میں نے اسے عبرتناک سزا یہ دی ہے کہ معزول کر کے تن تنہا گدھے پر سوار بغداد طلب کیا ہے۔

بعدہٗ منصور نے خود مدینہ پہنچکر امام سے معافی چاہتے ہوئے اظہار افسوس کیا تو حضرت امام صاحب نے فرمایا کہ ہم نے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے

خاندان اور خلیفہ کے چچیرے بھائی کی وجہ سے جعفر بن سلیمان کو اسی وقت معاف کر دیا

یہ ہے اسوہ حسنہ لا تثریب علیکم الیوم کی زندہ عملی تفسیر

ایک اور روایت ہے کہ منصور کو اطلاع پہنچی کہ علماء نے حجاز سخت مخالفت کر رہے ہیں۔ پس یہ معلوم کر کے منصور سیدھا مدینہ منورہ پہنچا اور جب کہ کافی رات گذر چکی تو منصور نے امام مالکؒ اور دوسرے نامی گرامی علماء کو طلب کیا۔

پس امام صاحب کفن کے کپڑے پہنکر حنوط (وہ خوشبو جو کہ مردوں پہ چھڑکی جاتی ہے) لگا کر منصور کے پاس پہنچے۔ منصور نے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر مجھ میں کوئی عیب ہے تو آپ کا فرض ہے کہ بطور خیر خواہی مجھے فہمائش کریں نہ یہ کہ مجھے بدنام و ذلیل کرنے کی کوشش کریں۔ میں جانتا ہوں کہ حجازی لوگ بے حد شریر ہیں مگر یہ بھی صحیح ہے کہ جب سختی کی جائے تو پھر ان میں برداشت بھی نہیں۔ مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ مخالفت کرتے ہیں۔"

امام مالکؒ نے کہا۔ "مجھے تو اس کے جواب سے معاف دکھا جائے۔"

پس دوسرے لوگوں نے مناسب موقعہ جواب دیکر خلیفہ کو مطمئن کر دیا۔

پس جبکہ سب لوگ رخصت ہو چکے تو منصور نے امام صاحب کو مخاطب کر کے کہا "اے اباعبداللہ! کیا ماجرا ہے کہ آپؒ کے کپڑوں سے حنوط کی خوشبو آتی ہے۔

امام صاحب نے فرمایا کہ بے وقت طلبی سے یہی اندازہ لگایا گیا۔ کہ خلیفہ چونکہ جوش غضب سے آیا ہے لہٰذا آج ضرور قتل کرے گا۔ اس لیے کفن پہن کر آیا ہوں۔

منصور یہ جواب سنکر حیران رہ گیا اور کہنے لگا۔ اے اباعبداللہ! ہو سکتا ہے کہ ستون اسلام کو میں اپنے ہاتھ سے گراؤں۔

ہارون رشید جبکہ خلیفہ ہوا۔ تو اس نے عالم مدینہ سے عرض کیا کہ:

"میرے لڑکوں کو قصر محلے میں آکر موطا پڑھایا جائے"

امام مالکؒ نے فرمایا "اے امیر المومنین علم آپ کے خاندان کا ورثہ ہے جب آپ لوگوں نے ہی اس کی قدر نہ کی تو پھر دوسرا کون اس کی عزت کریگا۔ لوگ علم کے پاس جایا کرتے ہیں۔ یہ کبھی کسی کے پاس نہیں جاتا"

یہ معقول جواب سنکر ہارون رشید نے کہا "اچھا تو میرے لڑکوں کو علیحدہ وقت دیا جائے"

امام صاحبؒ نے فرمایا۔ "یہ بھی ناممکن ہے"

خلیفہ نے کہا۔ "اچھا یہ مجلس درس ہی میں حاضر ہوجایا کریں گے۔ مگر یہ نوازش کیجئے کہ موطا کی قرأت خود فرمایا کریں۔

امام صاحب نے فرمایا۔ "طریق درس کی تبدیلی بھی ناممکن ہے"

بالآخر ہارون رشید کو سوائے خاموشی کے کوئی چارہ نہ رہا۔ پس شہزادوں کو حبشی فاقہ مست اور پھٹے پرانے کپڑوں والے بدوی عرب طلباء کے دوش بدوش بٹھا کر موطا کی سماعت پر رضامند ہو گیا۔

فقیہ عراق
امام ابو حنیفہ رح

حضرت امام صاحبؒ کے تقویٰ اور احقاق حق کی جو تصویر علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النعمان میں پیش کی ہے۔ اس کی ایک جھلک نمونتاً عرض ہے۔

آپ کی تجارت نہایت وسیع تھی۔ لاکھوں کا لین دین تھا۔ اکثر شہروں میں گماشتے مقرر تھے۔ بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا۔ ایسے بڑے کارخانہ کے ساتھ دیانت اور احتیاط کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک حبّہ بھی ان کے خزانے میں، داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

چنانچہ ایک دن حفص (اپنے شاگرد) کے پاس خز (ریشم) کے کچھ تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں تھان میں (قدرے) عیب ہے۔ خریدار کو عیب (نقص) کا ذکر کر دینا۔ فروخت کرتے وقت حفص کو ہدایت یاد نہ رہی۔ اور سب تھان (برابر کی قیمت۔ پر) بیچ ڈالے۔ جب امام صاحب کو معلوم ہوا کہ خریدار کو نقص نہیں بتایا گیا (تو تمام تھانوں کی پوری قیمت جو تیس ہزار۔ تھی خیرات کر دی۔

سخاوت اور خیرات

سخاوت اور خیرات کا یہ حال تھا کہ شیوخ (محدثین) کے لیے تجارت کا ایک حصہ مختص تھا جو سال بسال ان کو پہنچا دیا جاتا۔

ضبط و تحمل

ایک دن حلقہ درس میں ایک نوجوان نے مسئلہ پوچھا۔ آپ نے جواب دیا

تو اس نے کہا " ابوحنیفہ! تم نے یہ مسئلہ غلط بتایا " ابوالخطاب جرجانی بھی (مجلس میں) موجود تھے ۔ انہوں نے حاضرین مجلس کو جوش و غصہ سے کہا " تم لوگ بڑے بے حمیت ہو۔ کہ امام کی شان میں ایک لونڈا جو جی میں آتا ہے کہہ جاتا ہے تم کو ذرا جوش نہیں آتا " امام صاحبؒ نے جرجانی سے کہا " میں تو یہاں بیٹھا ہی اس غرض سے ہوں کہ لوگ آزادانہ طور سے میری رائے (قول و فتوٰی) کی غلطیاں نکالیں اور میں تحمل سے سنوں ۔

خشیت و انابت الی اللہ

ایک دفعہ مسئلہ بتا رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا " ابوحنیفہؒ ۔ خدا سے ڈر کر فتوے دیا کرو "
یہ سن کر امام صاحبؒ پر اس کا اس درجہ اثر ہوا کہ چہرہ کی رنگت بدل گئی " بھائی! خدا تجھے جزائے خیر دے ۔ اگر مجھے کتمانِ علم کے مواخذہ کا خوف نہ ہوتا تو میں بالکل ہی فتوے نہ دیتا "

۲۔ ایک دفعہ عشاء کی نماز میں آپؒ نے سورۃ اذا زلزلت پڑھی لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے ۔ تھوڑی دیر میں (راوی واقعہ) بیٹھا رہا ۔ دیکھا تو امام صاحبؒ ٹھنڈی سانس بھر رہے ہیں ۔ یہ دیکھ کر کہ آپؒ کی عبادت میں خلل نہ ہو، میں بھی چل دیا ۔ صبح کے وقت جب میں نے دیکھا تو امام صاحبؒ غمگین بیٹھے ہیں اور داڑھی ہاتھ میں پکڑے ہوئے بڑی رقت سے کہہ رہے ہیں ۔

اللہ کہ تو ذرا ذرا نیکی اور بدی کا بدلہ لے گا ۔ اپنے غلام نعمان کو آگ دوزخ سے بچانا!

ایک دن بازار جا رہے تھے کہ اچانک بے خبری سے ایک لڑکے کے پاؤں پر آپ کا پاؤں پڑ گیا ۔ وہ چلایا اور کہا کہ تو خدا سے نہیں ڈرتا " یہ

سُننا تھا کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی ۔ امام مُسعَر بن کدامؒ (کوفہ کے مشہور محدث) ساتھ تھے ۔ انھوں نے سنبھال لیا اور ہوش آنے پر آپؒ سے کہا " ایک لڑکے کی بات پر اس قدر بے قرار ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا "۔

آپؒ نے فرمایا " عجب نہیں کہ لڑکے کی آواز تائید غیبی ہو ۔

۴۔ ایک دن حسب معمول آپؒ دکان پر گئے ۔ نوکر نے کپڑے کے تھان نکال کر رکھے ۔ دکان لگائی اور تفاول کے طور پر کہا " خدا ہم کو جنت دے ۔ یہ سن کر امام صاحب پر رقت طاری ہوئی اور اس قدر روئے کہ رخسارے آنسوؤں سے تر ہوگئے ۔ نوکر سے کہا دکان بند کر دو اور خود چہرہ پہ رومال ڈال کر باہر نکل گئے ۔ دوسرے دن جب دکان پر آئے تو نوکر سے کہا ۔ بھائی ! اس قابل کہاں کہ جنت کی آرزو کریں ۔ یہی بہت ہے کہ عذاب الٰہی سے نجات مل جائے

ابتلاء

تاریخ گواہ ہے کہ علمائے ربانی کی نمایاں خصوصیت اور امتیازی شان یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے اقتدار کو ٹھکراتے رہے ۔ اور اگر کسی وقت مجبوراً اقتدار کی پیٹھ پر سوار بھی ہونا پڑا تو اہل اللہ نے عدل و انصاف کے چابک سے اقتدار کو ہنکایا کہ شاہ و گدا ایک ہی مقام پر کھڑے (شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے) نظر آتے ہیں ۔

بایں ہمہ جہاں کہیں ان کو ایک ذرہ بھی وہم و گمان ہوا کہ اقتدار عدل و انصاف کے کوڑے و لگام سے قابو نہیں آسکے گا ۔ تو پھر اقتدار کی سواری سے وہ اس درجہ خائف و بیزار ہوئے کہ دنیا کے مصائب و آلام کو ترجیح دی اور توہین و تذلیل کو راحت جان سمجھ کر موت کو خندہ پیشانی سے لبیک کہا ۔ اس حقیقت سے آشنا ہونے کے لیے نمونۃً حضرت امام ابو حنیفہؒ کی زندگی ملاحظہ فرمائیے ۔

گورنر کوفہ ابنِ ہبیرہ۔ بنو اُمیہ کے آخری خلیفہ مروان کی طرف سے کوفہ کے گورنر ہیں۔ انہیں قاضی کی ضرورت ہے۔ حضرت امامؒ کی فقاہت و شہرت سے متاثر ہو کر امام صاحبؒ کو بلوا کر عہدہ قضا قبول کرنے کی درخواست کی۔

امام صاحبؒ "قاضی کا عہدہ ایسی اہم ذمہ داری ہے کہ میں اسے ہرگز سرانجام نہیں دے سکتا۔"

ابن ہبیرہ۔ "ہم کو ضرورت ہے۔ اور آپؒ سے زیادہ کوئی دوسرا موزوں بھی نہیں، آپ ضرور یہ عہدہ قبول فرمائیے۔"

امام صاحبؒ "میں ہرگز ہرگز قاضی نہیں بنوں گا۔"

ابن ہبیرہ۔ "آپ کو حکماً اور جبراً قاضی بنایا جائے گا۔"

امام صاحبؒ: اس عہدہ کو چونکہ میرا عقیدہ جائز نہیں سمجھتا۔ اس لیے جبر و اکراہ کی کوئی صورت بھی مجھے اسے قبول کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتی۔

ابن ہبیرہ۔ آپ کی جرأت مندانہ گفتگو حکومت کی توہین و بغاوت پر مبنی ہے۔ لہٰذا آپ کو عبرتناک سزا دی جائے گی۔"

امام صاحبؒ: ہر قسم کی سزا و مصیبت تو بخوشی منظور ہے۔ لیکن قاضی نہیں بنوں گا۔

ابن ہبیرہ (آگ بگولا ہو کر جلادوں کو حکم دیا) اس گستاخ کو لے جاؤ اور مجمع عام میں دس کوڑے اس طرح لگاؤ کہ ہر کوڑے سے پہلے قاضی کا عہدہ پیش کرو۔ جب انکار کرے پھر کوڑا لگاؤ۔ لہٰذا پورے دس دن مسلسل ایسی ہی ذلت آمیز سزا جاری رکھو۔

امام صاحبؒ مسلسل دس دن بخوشی یہ انتہائی دردناک اور توہین آمیز سزا قبول کرتے ہوئے فرماتے رہے کہ دنیا کی یہ سزا منظور ہے لیکن اللہ تعالےٰ کی ناراضگی و سزا گوارہ نہیں ہو سکتی۔

ابن ہبیرہ کو دس دن کے بعد جبکہ پختہ یقین ہو گیا کہ امام صاحبؒ سے عہدہ

قضاء منوانا بمصداق ایں خیال است و محال است جنوں ہے۔ تو پھر نادم و شرمندہ ہو کر امام صاحبؒ کو واگزار کر دیا۔

منصور عباسی کا عہدۂ قضا پیش کرنا

منصور نے جبکہ بزور شمشیر اپنی سلطنت کو مستحکم کر لیا تو پھر ان مشاہیر و علماء کو جو اس کے برخلاف علویوں کی حکومت کے حامی و طرف دار تھے، قتل کرنا اور عبرت ناک سزائیں دینی شروع کیں۔ مشاہیر علماء کوفہ، حضرت امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، مسعر بن کدامؒ اور حضرت شریکؒ چونکہ منصور کے سخت مخالف اور علویوں کے زبردست حامی تھے۔ بجائے قتل و سزا کے ان کو مطیع منقاد اور اپنا ہم خیال بنانے کے لیے منصور نے انھیں اپنا قاضی بنانے کی تجویز اختراع کی۔

چنانچہ منصور بصرہ کی آخری مہم سر کر کے جبکہ ۱۴۶ھ میں آرام سے بغداد پہنچ گیا تو اس نے اپنے کوفہ کے نائب عیسیٰ بن موسیٰ کو لکھا کہ مذکورہ چاروں نامدار علماء کو حراست میں میرے پاس بغداد بھجوا دو۔

گورنر کوفہ عیسیٰ بن موسیٰ ان بزرگ ہستیوں کو حراست میں لے کر بغداد بھجوانے کا انتظام کیا۔ تو امام ابوحنیفہؒ نے اپنے رفقاء سے کہا منصور کی نیت بخیر نہیں۔ لہٰذا میں تمہیں اندازاً اپنا تخمینہ عرض کرتا ہوں۔

اما انا فاحتمل واتخلص واما مسعر فیتحامق واما سفیان فیھرب و اما شریک فیلی لھم القضاء

مجھے تو ابتلا و امتحان کے بعد خلاصی ہو گی۔ مسعر پاگل و دیوانہ کی صورت اختیار کر کے خلاصی پائیں گے۔ سفیان مفرور ہو کر اور شریک قاضی بن جاویں گے۔

انجام یہی ہوا کہ حضرت سفیان ثوری توراث کو موقع پاکر بھیس بدل کر مفرور ہونے میں کامیاب ہو گئے اور بقیہ تینوں بزرگ بغداد پہنچائے گئے۔

۱۔ مسعرؒ جب کہ منصور کے روبرو پیش ہوئے تو السلام علیکم کے بعد منصور سے یوں خیریت پوچھنے لگے۔

"کیف حالک وکیف عیالک وکیف حمیرک فکیف دوابک"

تیرا کیا حال ہے اور تیرے عیال کا کیا حال ہے اور کیا تیرے گدھے خیریت سے ہیں اور باقی تیرے جانور کیسے ہیں۔

یہ ماجرا دیکھ کر منصور نے حاجب کو حکم دیا۔ "اخرجوہ فانہ مجنون" اسے مجلس سے نکال دو یہ تو پاگل و دیوانہ ہے۔

۲۔ حضرت شریک جب پیش ہوئے تو منصور نے بعد خیر و عافیت کہا کہ تم بھی سفیان کی طرح مفرور ہونا چاہتے ہو۔ یا قاضی کا عہدہ منظور ہے؟"

پس امام شریک نے عہدہ قضاء قبول کر کے مخلصی پائی۔

۳۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کو منصور کے روبرو پیش کرتے ہوئے کہا امیر المومنین یہ ابو حنیفہ ہیں جو کہ بہت بڑے فقیہ ہیں۔

منصور (امام صاحب سے مخاطب ہو کر) مجھے آپ ایسے ذی علم و نکتہ رس قاضی کی اشد ضرورت ہے۔ لہٰذا براہ نوازش میری درخواست قبول فرمایئے۔

امام صاحبؒ: "امیر المومنین! میں تو عہدہ قضاء کے قابل ہی نہیں۔"

منصور "تمہارا یہ کہنا میں عہدہ قضا کے قابل نہیں بالکل جھوٹ ہے۔"

امام صاحبؒ: امیر المومنین اگر آپ کے فرمان کے مطابق میں جھوٹا ہوں تو پھر میں ہرگز قاضی بننے کے قابل نہ رہا۔ کیونکہ جھوٹے کو قاضی بنانا عقلاً و شرعاً بالکل جائز نہیں۔"

منصور: بحث و تمحیص کی ضرورت نہیں۔ بہر حال آپ کو قاضی بننا ہوگا۔

امام صاحبؒ : چونکہ میں اس اہم ذمہ داری کو سرانجام دینے سے قاصر ہوں لہٰذا مجھے ضرور ہی معاف رکھیئے۔

منصور : واللہ! تمہیں قاضی بنائے بغیر ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔

حاجب : (امام صاحب سے مخاطب ہوکر) امام صاحب! امیرالمومنین چونکہ قسم کھاچکے ہیں۔ لہٰذا آپ کو عہدہ قضا قبول کرتے ہوئے امیرالمومنین کی قسم کو ضرور سچا ثابت کرنا چاہیئے۔

امام صاحبؒ : امیرالمومنین کو قسم کا کفارہ دینا بالکل آسان ہے مگر میرا عہدہ قضاء کو قبول کرنا بہت مشکل ہے۔

منصور : میں ہرگز ہرگز کفارہ ادا نہیں دوں گا۔ بلکہ تمہیں جبراً قاضی بناؤں گا۔

امام صاحبؒ : واللہ باللہ میں قطعاً قاضی نہیں بنوں گا۔

منصور : تمہیں جیل میں قید کر دیا جائے گا۔ اور جب تک عہدہ قضا قبول نہیں کرو گے، رہائی نہیں پاؤ گے۔

امام صاحبؒ : قید تو بخوشی منظور ہے لیکن قضاء ہرگز ہرگز قبول نہیں۔

منصور : دیگر کو حکم دیتا ہے! ان کو جیل لے جاؤ۔ تاوقتیکہ عہدہ قضاء قبول نہ کریں۔ تاحین حیات قید ہی میں رکھو۔

امام صاحبؒ انتہائی مسرت سے جیل میں چلے گئے۔ یہ ۱۴۶ھ تھا۔ منصور ابتدا قید سے ۱۵۰ھ تک برابر اس پر مصر رہا کہ آپ عہدہ قضاء قبول کیے بغیر جیل سے رہائی نہیں پاسکتے۔ چنانچہ امام شعرانیؒ کے اصل الفاظ یہ ہیں

واخرجہ المنصور مرات من الحبس بنو عنه

ؔ منصور نے بارہا امام صاحب کو یہی یقین دلایا کہ جب تک عہدہ قضا قبول نہیں کرو گے جیل سے رہائی نہیں ملے گی۔

امام صاحب بھی ہر بار یہی جواب دیتے رہے :

یامنصور اتق اللہ ولا تقول الا من یخاف اللہ تعالے واللہ ما انا مامون فی الرضاء فکیف اکون مامونا فی الغضب (طبقات شعرانی اکمال وغیرہ)

منصور کچھ تو اللہ تعالے سے بھی ڈر (مجھ پر ظلم نہ کر) خدا کی قسم میں تو اپنے کو اس حال میں بھی اللہ تعالے کے غضب سے مامون نہیں سمجھتا ہیں عہدہ قضا جو غضب الہی کا موجب ہے، قبول کرتے ہوئے کیسے نجات کا امیدوار ہو سکتا ہوں۔

منصور کو جب ۱۵۰ھ تک کی مسلسل کوشش سے ناکامی اور ناامیدی ہو چکی تو اس نے اپنی ضد و ہٹ دھرمی کی وجہ سے بے خبری میں زہر دلوا دیا۔ چنانچہ امام صاحبؒ کے شاگرد کا قول بلفظہ یہ ہے۔

ثم سقاہ فمات و ذالک فی سنۃ خمسین ومائۃ ولد سنۃ سبعین (تاریخ بغداد)

منصور نے زہر دلوا دیا۔ پس آپؒ ۱۵۰ھ میں شہید ہوئے۔ اس وقت آپؒ کی عمر ستر سال کی تھی۔ آپؒ کی پیدائش ۸۰ھ ہے۔

زہر کا اثر

جب آپ کو معلوم ہوا اور شہادت یقینی ہو گئی تو دوگانہ شکر ادا کیا کہ مولا کریم جیسے تو نے مجھے اپنے فضل سے راہ حق میں مشکلات و مصائب برداشت کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ ویسے ہی ان کو بھی قبول فرمایئے۔ رضی اللہ عنہ

غرضیکہ منصور کی قید سے آپ اس وقت رہا ہوئے جبکہ روح جسم کی قید سے آزاد ہوئی ؎

صداقت کے بیاں کرنے سے مومن رک نہیں سکتا
اتر سکتا ہے سر خوددار کا پر جھک نہیں سکتا

امام السنّۃ

امام احمد بن حنبلؒ

امام احمد بن حنبلؒ دنیائے اسلام کی وہ شخصیت ہیں جن کی نظیر امت میں کمیاب ہے۔ چنانچہ علامہ شبلی نعمانی نے آپ کا تعارف سیرت النعمان میں یوں کرایا ہے۔

"بڑے بڑے علماء کا قول ہے کہ اسلام کو دو شخصوں نے نہایت نازک وقت میں محفوظ رکھا۔

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جنہوں نے رسول اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتدین عرب کا استیصال کیا۔

۲۔ امام احمد بن حنبلؒ جو مامون رشید وغیرہ کے زمانہ میں حدوث قرآن (خلق قرآن) کے منکر رہے۔ بلکہ ایک اعتبار سے امام احمد بن حنبلؒ کو ترجیح ہے کیونکہ صحابہ کرام حضرت ابوبکرؓ کے معاون و مددگار رہتے لیکن امام احمد کا کوئی مددگار نہ تھا (سیرۃ النعمان ص۳۶)

مزید تصدیق کے لیے ارشاد نبوی ملاحظہ فرمائیے:

انہ کائن فی امتی ما کان فی بنی اسرائیل حتی ان المنشار لیوضع علی مفرق رأس احدھم بابصدہ ذالک عن دینہ

میری امت میں بنی اسرائیل کی طرح ایسے لوگ بھی ہوں گے۔ کہ اگر ان کے سر پر آرہ بھی رکھ دیا جائے تو یہ دردناک حادثہ ان کو اظہار حق سے باز نہ رکھ سکے گا۔

علامہ ابن قدامہؒ یہ روایت ذکر کر کے فرماتے ہیں

لولا احمد بن حنبل قام بهذا الشان لكان عاراً و شناراً علينا الى يوم القيامة ان قوما سئلوا فلم يخرج منهم احد

(مغنی جلد اول ص۵)

اگر امام احمد بن حنبل اس مسئلہ میں پورا عزم و استقلال نہ دکھاتے تو امت کے لئے قیامت تک عار اور شرمندگی کا باعث ہوتا۔ اس وقت پوری قوم میں سوائے احمد بن حنبلؒ کے کوئی بھی میدان میں نکلا

علامہ شعرانی طبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں کہ:

"خلیفہ مامون عباسی جبکہ معتزلہ ایسے بدترین و گمراہ فرقہ کا عقیدتمند ہوگیا تو اس نے فیصلہ کر لیا کہ قانونی طور پر مسئلہ خلق قرآن کو اسلام کا بنیادی عقیدہ قرار دیا جائے۔"

تو اس نے عوام و خواص سے بزور شمشیر جبراً قرآن کے مخلوق ہونے کا اقرار لینا شروع کیا۔ اور اپنے عمال کو حکم دیا کہ جو مسلمان اس بنیادی عقیدہ سے انحراف کرے اسے سخت سے سخت سزا دی جائے۔ اور اگر وہ اپنی ضد سے باز نہ آئے تو اسے ہمارے روبرو پیش کیا جائے۔ تاکہ اسے آخری فہمائش کے بعد اپنے روبرو قتل کر کے دوسروں کے لیے عبرت قرار دیں۔

چنانچہ ان گنت و بے شمار علمائے حق کے قتل و خون ناحق سے اس نے اپنے ہاتھ رنگین کئے اور ارض بغداد کو لالہ زار بنا دیا۔ یہ ہیبت ناک منظر و انجام دیکھ کر اسلامی دنیا میں تہلکہ برپا ہوگیا۔ اس عہد کے مشاہیر اسلام کی اکثریت نے اس مسئلہ میں سکوت کو سلامتی یقین کیا۔ اور بعض نے تقیہ کے طور پر دھوکہ دیکر زبانی اقرار سے نجات چاہی۔ لیکن امام السنہؒ جو کہ روز اول سے اس فتنہ کے استیصال اور سدباب کے لیے مختص ہو چکے تھے انہوں نے برملا اور علی الاعلان القرآن کلام اللہ غیر مخلوق یعنی

"قرآن مجید اللہ تعالےٰ کا کلام ہے۔ مخلوق نہیں" کا نعرہ بلند کیا۔ چند روز تو حکومت نے امام السنۃؒ کے جاہ وجلال اور علمی مقام سے متاثر ہو کر روگردانی اور خاموشی اختیار کی۔ لیکن جب دیکھا کہ جب تک امام السنۃؒ سے خلق قرآن کے عقیدہ کا اقرار نہ لیا جائے، دنیا اسلام اس عقیدہ کو قبول نہ کرے گی۔ چنانچہ حکومت کی طرف سے آپ کی گرفتاری اور انتہائی اذیت وقید وبند کا آرڈر جاری کر دیا گیا۔

سنّت سے عقیدت ومحبت

سنت سے عقیدت ومحبت کی عملی مثال آپؒ نے یوں پیش کی کہ جب آپ کو اپنی گرفتاری وغیرہ کی خبر واطلاع موصول ہوئی تو آپؒ روپوش ہو گئے، اور تین دن گزارنے کے بعد پھر برملا آزادانہ پھرنے اور اپنے عقیدہ کی نشر واشاعت میں مصروف ہو گئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر عقیدت مندوں نے عرض کیا کہ حضرت حکومت کے کارندے تو بدستور آپ کی گرفتاری اور تلاش میں مصروف ہیں تو آپؒ نے جواب دیا "یہ تو ہم خود جانتے ہیں۔ لیکن سنت کی مخالفت گوارا نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم غار ثور میں صرف تین دن ہی کفار کی گرفتاری کی وجہ سے چھپے یا غائب رہے تھے۔ اس لیے ہم نے بھی اتباع سنت کے طور پر تین دن غائب رہنے پر اکتفا کیا۔"

بالآخر حکومت کے کارندوں یا وحشی درندوں نے آپ کو گرفتار کر لیا اور حسب ہدایت خونخوار حکومت، آپؒ کو انتہائی اذیت پہنچانے اور ذلیل ورسوا کرنے کی غرض سے آپؒ کی مشکیں کس کر باندھ دیں۔ اور چار سخت بوجھل بیڑیاں آپؒ کے پاؤں میں ڈال کر مامون کے نائب اسحاق کے روبرو پیش کر دیا۔ آپ کے علاوہ آپ کے ہمراہ حضرت محمد بن نوحؒ اور قواریری وغیرہ تین علماء اور بھی تھے۔ پس اسحاق نے انتہائی وحشیانہ

انداز سے آپؒ کو سخت و سُست اور بُرا بھلا کہا اور شدید سے شدید اذیت مار پیٹ اور بالآخر ذلت سے قتل کی دھمکیاں دیں اور پھر جیل خانہ میں بند کر دیا۔ پس خوف گھبراہٹ اور جیل کی مصیبت و مشکلات سے تنگ و مجبور ہو کر قواریری کے سوا باقی دو ساتھیوں نے تو اقرار کر لیا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا ذاتی کلام نہیں بلکہ حادث یا مخلوق ہے۔ مگر مامون کو جب ان کے اقرار کی اطلاع دی گئی تو وہ کہنے لگا " انہوں نے مجھے دھوکہ دینے اور اپنے کو ایذا و تکلیف سے محفوظ رکھنے کی غرض سے یہ اقرار کیا ہے۔ لہٰذا ان کو میرے روبرو پیش کیا جائے۔"

چنانچہ مامون کا یہ حکم موصول ہونے پر ان چاروں اللہ والوں کا قافلہ مامون کی طرف روانہ کیا گیا۔ اور بالخصوص امام السنہؒ سے بوقت روانگی بوجھل بیڑیوں کے ساتھ ہی خود بخود اونٹ پر سوار ہوتے کو کہا گیا تو امام السنہؒ بتوفیق الٰہی انتہائی عزم و استقلال سے کود کر اونٹ پر سوار ہو گئے اور مسنونہ اذکار و دعا پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔

جب مامون کو اس قافلہ کی رسیدگی کی اطلاع دی گئی تو یہ خبر معلوم کر کے انتہائی جوش و خروش سے لال پیلا اور بے اختیار ہو کر شمشیر برہنہ کو ہلاتا ہوا کہنے لگا۔

وقرابتی من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا ارفع السیف عن احمد وصاحبتی بقول القرآن

میں اپنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے قرابت کی قسم کھا کر کہتا ہوں یا احمدؒ اور اس کے ساتھی صدق دل سے خلق قرآن کا اقرار کریں گے۔ ورنہ میں خود ان کو اپنے ہاتھ سے قتل کروں گا۔"

جس مجلس میں مامون نے یہ اعلان کیا، اس میں مامون کا وہ خاص غلام

بھی موجود تھا۔ جس کو امام السنہ سے والہانہ محبت وعقیدت تھی۔ پس یہ سنتے ہی وہ مومنِ صادق امام السنہؒ کی طرف دوڑتا ہوا پہنچا۔ اور انتہائی غمگین حالت سے آبدیدہ ہوکر آنسو پونچھتے ہوئے امام السنہ سے عرض کرنے لگا "اے اباعبداللہ (احمدؒ) آج تو بڑے سخت امتحان کا دن ہے۔ کیونکہ جب سے مامون تختِ خلافت پر بیٹھا ہے، اس دن سے لے کر آج تک میں نے کبھی ایسے جوش وغصہ میں اس کو قطعاً وہرگز نہیں دیکھا کہ جس غیظ وغضب سے آج دیوانہ وار تلوار کو ہلاتا ہوا دیکھا جارہا ہے اور مکرر وسہ کرر وقرابتی من رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے الفاظ دہرا رہا ہے" امام السنہؒ نے جب یہ واقعہ اس غلام کی زبان سے سنا تو آسمان کی طرف منہ کرتے ہوئے اس خلوص اور توجہ سے اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں دُعا کی کہ اجابتِ حق نے عاشقانہ وار لبیک کہا۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ امام السنہ کی حاضری سے پیشتر خلیفہ پر اس قدر انتہائی شدت سے لرزہ کا بخار طاری ہوا کہ لحاف وگرم کپڑے اوڑھنے، پسینہ لانے اور تسکین دینے والی ادویات دینے اور کافی سے زیادہ مقدار کی آگ سے کمرہ کو گرم کرنے اور لرزہ کو روکنے کی تجاویز عالم فیل وناکام ہوکر رہ گئیں کہ بمصداق "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

حتیٰ کہ ابھی تہائی رات باقی تھی کہ اس لرزہ نے مامون کی جان ہی کو بتوفیق الٰہی بدن سے نکال باہر کیا۔ جس سے شاہی محل میں کہرام مچ گیا۔ پس وہی غلام مسرت وخوشی سے دوڑتا ہوا امام السنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کرنے لگا۔

صدقت یا احمد القرآن کلام اللہ غیر مخلوق
قد مات واللہ امیر المومنین۔

اے امام احمدؒ آپ سچ فرماتے ہیں کہ قرآن کلام الٰہی ہے جو کہ

قطعاً مخلوق نہیں ۔ خدا کی قسم ، خلیفہ مر گیا ۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو اس کے شر سے محفوظ کر دیا ہے ۔"

مامون کی موت کے بعد معتصم جانشین ہوا ۔ وہ ظالم مامون سے بھی زیادہ نمالی اور خونخوار نکلا ۔ پس اس نے حکم دیا کہ روزانہ دس کوڑے آپ کو مارے جائیں ۔ اور ایک کوڑا ایک ہی جلاد اپنی انتہائی قوت سے مارے جن کی کیفیت یہ تھی کہ تلوار سے قتل کا جھانسہ دیا جاتا اور وہ زمین پہ ماری جاتی اور اس کی بجائے کوڑا آپؒ کو مارا جاتا ۔ حتیٰ کہ آپؒ پر بعض مرتبہ غشی اور بے ہوشی طاری ہو جاتی تو کوڑے مارنے والے رُک جاتے ۔ بدستور آپؒ پہ یہ سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ معتصم بھی مر گیا ۔

جبکہ معتصم کی جگہ واثق خلیفہ ہوا تو یہ ظالم معتصم سے بھی زیادہ موذی و ظالم ثابت ہوا یعنی ایذا رسانی اور مار پیٹ میں اور بھی اضافہ کر دیا ۔ حتیٰ کہ یہ ظالم بھی مر گیا ۔

غرضیکہ مسلسل تین حکمرانوں نے پورے اٹھائیس ماہ یعنی دو سال اور چار ماہ امام السنہؒ کو انتہائی تشدد کا تختۂ مشق بنایا ۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس درجہ صبر و سکون اور عزم و استقلال سے سرفراز فرمایا کہ آپؒ کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ اٹل اور محکم ثابت ہوئے ۔

ابو الہیثم کی تسلی

مسلسل قید و بند سے پریشان ہوتے ہوئے آپ کے ہمدرد اور خیر خواہ جبکہ آپؒ کو یہ مشورہ دیتے کہ آپ کم از کم حکومت کا یہ مشورہ قبول کر لیں کہ آئندہ خاموش رہوں گا ۔ تو آپ انتہائی صدمہ سے نڈھال ہو کر فرماتے کہ آپ مجھ پر ظلم و زیادتی نہ کریں ۔ اور نہ ہی میرے ایمان پہ ڈاکہ

ڈالیں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ مولا! تیرے سوا کوئی مددگار نہیں۔ تو اپنے فضل و کرم سے مجھے صبر و استقامت بخش۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ جب امام السنۃ کو جلاد کوڑے مارنے کے لیے لے جا رہے تھے تو ابو الہیثم نامی جو راق کا نامور ڈاکو تھا، راستہ میں ملا۔ جس کو مار مار کر حکومت کے کارندے ہار چکے تھے اور اس کے چوتڑوں سے گوشت (ریخ) علیحدہ ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی حقیقت و کیفیت بیان کرتے ہوئے کہا

یا احمد انا فلان اللص ضربت ثمانیۃ عشر مائۃ سوط لا قر۔ فما اقررت وانا اعرف انی علی الباطل فاحذر ان تقلق وانت علی الحق من حرارۃ السوط

اے احمدؒ! تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ میں فلاں چوٹی کا شاہی ڈاکو ہوں اور مجھے اٹھارہ سو کوڑے اعتراف جرم کے لیے لگوائے گئے۔ لیکن میں نے جرم کا اقرار نہ کیا۔ حالانکہ میں خود جانتا ہوں کہ میں سراسر باطل پر ہوں۔ لیکن تجھے یاد رکھنا چاہیئے کہ تو حق و راستی پر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں کوڑوں کی ضربات سے گھبرا کر ایمان ہی کو ضائع کر بیٹھے۔

ثابت قدم رہنا اور مردانگی سے مصائب برداشت کرنا ؎

سیل حوادث سے کہیں مڑتا ہے مردوں کا منہ
شیر سیدھا تیرتا ہے وقت رفتن آب میں

امام السنۃ عمر بھر ابو الہیثم کے لیے دعا کرتے رہے اور فرمایا کرتے تھے، کہ ابو الہیثم نے میرے ساتھ جس قدر ہمدردی اور خیر خواہی کی وہ دوسروں سے نہ ہو سکی۔

تائید غیبی

ایسے ہی ایک دوسرے عبدمن عباد اللہ نے تسلی دی کہ جس کا نہ تو نام ہی معلوم ہو سکا۔ اور نہ ہی وہ صورت بعدہ کبھی سامنے آئی۔ گویا وہ تائید الٰہی تھی جو کہ انسانی صورت میں سامنے آکر کہنے لگی

احذر یا احمد ان یکون قدومک مشئوماً علی المسلمین

اے احمد! ثابت قدم رہنا حکومت کے سامنے تیری حاضری کہیں مسلمانوں کی گمراہی کا موجب نہ ہو جائے کیونکہ دنیا کی نگاہیں تیری طرف اٹھ رہی ہیں۔

الناس ینظرون الی ما تقول فیقولون بہ فقال احمد حسبنا اللہ ونعم الوکیل

احمدؒ کا قول اقرار ہی اس امر میں قول فیصل ہے۔ پس جو کچھ احمدؒ نے اقرار کیا وہی ہمارا قول عقیدہ ہو گا۔

یہ انتہائی وارننگ یا آخری مطمئن قول سنکر احمدؒ نے کہا اللہ ہی مجھے بس و کافی ہے۔ شعرانی لکھتے ہیں کہ امام السنہؒ چار بوجھل بیڑیوں سے جکڑ کر انتہائی ذلت سے جیل میں بند کر کے سرخیل معتزلہ ابن ابی داؤد کے ساتھ جب مناظرہ کے لیے مجبور کیا جاتا تو وہ مردود ہمیشہ ذلت وحقارت آمیز لہجہ سے دلائل باطلہ دے کر اور ترہیب و ترغیب وغیرہ سے خلق قرآن کے اقرار پر مجبور کرتا۔

لیکن امام صاحبؒ اس عزم و استقلال اور انتہائی جرأت سے براہین قاطعہ اور دلائل ساطعہ پیش فرماتے کہ فتان حیران و ششدر اور لاجواب ہو کر شرمندہ ہو جاتا۔ بالآخر مجسم شیطان نے خلیفہ سے کہا کہ احمدؒ ضال مضل مبتدع ہے احمدؒ ایسا گمراہ اور کڑا ضدی اور بدعتی ہے کہ اس سے خلق قرآن کے اقرار کی قطعاً

توقع اور امید نہیں، ادھر وہ امام السنہؒ سے کہنے لگا کہ احمدؒ! خلیفہ نے قسم کھا رکھی ہے کہ تجھے تلوار سے قتل نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ کوڑوں کی ضربات سے سسکا سسکا کر مارا جائے گا۔ پس جب معتزلی مردود اور خلیفہ دونوں مایوس ویسے امید ہو چکے تو معتزلی نے کہا "اے امیرالمومنین اب احمد سے کہنا سننا لاحاصل ہے۔ اس کا واحد علاج تلوار ہے۔ لہٰذا اس کو قتل کیجئے اور اس کا خون ہم لوگوں کے گلے (گردنوں پر) ڈالیئے۔ پس خلیفہ جوش وغصہ سے دیوانہ ہو کر اٹھا اور امام السنہؒ کے منہ پہ اس زور سے تھپیڑ مارا کہ آپؒ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پس یہ دیکھ کر خلیفہ بہت گھبرایا۔ اور پانی منگوا کر چہرہ مبارک پر چھڑکنے لگا۔ حتیٰ کہ امام کو ہوش آگئی۔

صاحب مشکوٰۃ الکمال میں لکھتے ہیں کہ حضرت میمون بن اصنع کہتے ہیں۔ میں بغداد میں تھا کہ اچانک شور وغوغا کی آواز بلند ہوئی۔ میں نے دریافت کیا یہ کیا ماجرا ہے۔ لوگوں نے جواباً کہا کہ امام السنہ آزمائے جا رہے ہیں۔ یہ معلوم کر کے میں بھی امتحان گاہ میں جا پہنچا۔ پس کیا دیکھتا ہوں کہ کوڑے کی ضرب شدید پر آپ کی زبانِ مبارک سے بسم اللہ کی آواز سنائی دی۔ دوسری ضرب پر لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی آواز بلند ہوئی۔ اور پھر جب تیسری ضرب لگی تو آپؒ نے بلند آواز سے القرآن کلام اللہ غیر مخلوق کا نعرہ بلند کیا۔ پھر جب چوتھا کوڑا میری موجودگی میں لگا تو آپؒ کی زبان سے یہ آیت سنی گئی لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا۔ وہی تکلیف یا صدمہ پہنچتا ہے جو کہ ہمارے مقدر میں خدا کو منظور ہے۔ غرضیکہ اس دن میرے روبرو انتیس کوڑے مارے گئے۔ آپؒ انہی کلمات کو دہراتے رہے

عجیب کرامت

حضرت میمون کہتے ہیں جب آپ کو کوڑے لگائے جاتے تھے تو

اُس وقت آپؒ کا ازار بند ٹوٹ گیا۔ اور قریب تھا کہ پاجامہ نیچے گر کر آپؒ ننگے ہو جائیں۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ آسمان کی طرف منہ کر کے آپؒ نے یہ دعا پڑھی۔

اللھم انی اسئلک باسمک الذی ملأت بہ العرش ان کنت تعلم انی علی الصواب فلا تھتک لی ستراً	اے اللہ! میں تیرے اس باعظمت نام کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ جس کی برکت سے عرش بھرا ہوا ہے۔ اگر میں حق پر ہوں تو مجھے لوگوں کے سامنے ننگا نہ کر۔"

پس ہمارے دیکھتے ہی پاجامہ اپنی جگہ پر مضبوط ہو گیا۔

بشارت و خوشخبری

جب کہ آپ کی آزمائش ختم ہو گئی۔ تو ایک دن ایسا ہوا کہ ایک غیر معروف آدمی آیا اور السلام علیکم عرض کرنے کے بعد کہنے لگا۔ کہ میں دُور دراز کا سفر کر کے صرف اس لیے آیا ہوں کہ بشارت و خوشخبری سناؤں کہ آسمانوں کے تمام فرشتے اور خود حاملین عرش خوش ہیں کہ آپؒ نے محض اللہ تعالےٰ کی رضا کے لیے تمام آلام و مصائب کو انتہائی صبر و سکون اور خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔

متوکل کا اعزاز و اکرام

جب واثق مر گیا اور اللہ تعالےٰ نے متوکل ایسے عاشق سنت اور حامیِ دین کو خلیفہ کر دیا تو سب سے پہلے متوکل نے جو کام کیا وہ یہی تھا کہ پیدل جیل خانہ میں پہنچا اور امام السنہؒ سے سلام مسنون عرض کرنے کے

بعد اپنے ہاتھ سے بیڑیاں کھولیں۔ اور شاہی لباس امام صاحبؒ کو زیبِ تن کراکر آپؒ کو اپنے گھر میں دعا و برکت فرمانے کے لیے درخواست کی۔

جب امام صاحبؒ قصرِ شاہی میں تشریف فرما ہوئے تو متوکل نے انتہائی خوشی و مسرت سے اپنی والدہ سے باآوازِ بلند کہا "اے اماں جان! ہم سے زیادہ خوش قسمت اور کون ہو سکتا ہے کہ امام السنہؒ کی تشریف آوری سے ہمارا گھر بقعہ نور ہو رہا ہے۔

زہد و تقویٰ

جب امام السنہؒ متوکل کے محلات سے باہر نکلے تو وہ شاہانہ لباس اتار کر ایک محتاج کو پہنا دیا اور آپؒ وہی پرانا لباس زیبِ تن فرماتے ہوئے اپنے دولت کدہ پر تشریف لے گئے۔

متوکل آپؒ کا اس درجہ شیدائی اور عقیدتمند ہوا کہ دونوں وقت کا کھانا جو دو سو درہم کے خرچ سے تیار ہوتا تھا اور انواع و اقسام کے پھل وغیرہ امام صاحبؒ کی خدمت میں بھجواتا۔ لیکن امام صاحبؒ اپنے نان پر قناعت فرماتے ہوئے وہ غربا و مساکین کو دے دیتے۔

انتہائی احتیاط

آپؒ کے بیٹے نے عہدہ قضا قبول کر لیا تو آپؒ کو بے حد صدمہ ہوا۔ آپؒ کے مکانات ماشاءاللہ کافی تھے۔ جن کے کرایہ پر آپؒ کی گذران تھی۔ وہ چونکہ قابلِ مرمت تھے۔ آپؒ کے بیٹے نے ان کی مرمت و صفائی کرا دی جس کے نتیجہ میں آپؒ نے اس لیے کرایہ کا حصہ لینا بند کر دیا کہ مکانات کی مرمت قضا کی تنخواہ سے کی گئی ہے۔

مرض الموت

آپؒ بیمار ہو گئے اور آپ کی طبیعت بگڑنی شروع ہوئی تو متوکل کو اس
ں اطلاع پہنچی۔ متوکل نے فوراً اسی طبیب کو حکم دیا کہ آپؒ کی تشخیص
رض اور نسخہ تجویز کیا جائے۔

طبیب خاص نے اپنی تشخیص کا نتیجہ متوکل سے یوں عرض کیا کہ امام صاحبؒ
و کوئی بدنی عارضہ نہیں بلکہ خوف الٰہی سے ان پر اس درجہ ہیبت طاری ہے
ہ ان کے جگر اور دل کا خون خشک ہو رہا ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ اور
ہی امام صاحبؒ علاج قبول کرنے پر آمادہ ہیں۔

بالآخر آپؒ نے ۲۴۱ھ میں داعی اجل کو لبیک کہی اور اس وقت
پ کی عمر ۷۷ سال تھی۔ آپؒ ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوتے تھے۔

اس جانکاہ صدمہ کا اندازہ یوں کیا گیا ہے صاح الناس وعلت
لاصوات بالبکا وارتجت الدنیا الموتہ کہرام مچ گیا اور آپؒ کی
وت سے دنیا پر لرزہ طاری ہوا۔ اور آپ کے جنازہ کی کمتر حاضری کی تعداد
ڑیڑھ لاکھ بتائی گئی ہے۔ اور آپؒ کی ادنیٰ کرامت یہ لکھی ہے کہ صرف جنازہ
بکھ کر دس ہزار یہودی، مجوسی اور عیسائی مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

دعا فرمایئے کہ اللہ تعالےٰ ہم سب کو امام السنہ کے عقیدہ پر قائم رکھے
اور آپؒ کے گروہ میں حشر فرمائے۔ آمین

(مخلصا از تاریخ التقلید مولفہ محمد اشرف سندھو بلوکی ضلع لاہور)

اس میں شبہ نہیں کہ دنیا میں بڑی طاقت حکومت ہے۔ اس کے بل بوتے
پر اہل دنیا اہل حق کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے
ول پر کسی طاقت کو قبضہ نہیں دیا۔ ورنہ یہ لوگ مومن مرد کے ایمان پر بھی
ڈاکہ ڈالتے۔ اور جہاں اس کی دنیا برباد کرتے آخرت بھی برباد کرتے۔ مگر

دل پران کا قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے مومن مرد اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کرتا ہے اور بڑی بڑی طاقتوں کو ٹھکرا دیتا ہے جیسے فرعون کے جادوگروں نے کہا :

فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اِنَّمَا تَقْضِىْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا	جو تو نے کرنا ہے کرلے ۔ تو دنیا ہی میں کر سکتا ہے (آخرت کا معاملہ تیرے اختیار سے باہر ہے ۔)

اصل بات یہ ہے کہ اللہ کے بندے دنیا کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے خدا دیکھتا ہے ۔ خدا کے نزدیک دنیا کی قدر مچھر کے پر برابر بھی نہیں اس لیے اللہ کے بندے بھی اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ۔ اور رضا الٰہی کے لیے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں ۔ کسی نے اچھا کہا ہے ؎

بنا کردند خوش رسمی بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مشکوٰۃ کتاب الرقاق میں ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں " جب بندہ دنیا سے بے رغبتی کرتا ہے تو خدا تعالےٰ اس کے دل میں حکمت اُگاتا ہے ۔ حکمت ہی اس کی زبان پر جاری کرتا ہے ۔ دنیا کے عیب اور بیماری پر اس کو مطلع کرتا ہے ۔ اس کی دوا اور اس کا علاج اس کو سمجھاتا ہے اور سلامتی ایمان کے ساتھ اس کو دنیا سے نکال کر جنت میں پہنچاتا ہے "۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں بھی انہی سے کرے ۔ اور انہی کے ساتھ جنت میں پہنچائے ۔ آمین ۔

خالد بن احمد شاہ بخارا ــــــ اور
محمد بن اسماعیل امام بخاریؒ

امام بخاریؒ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ ان کی جلالت شان پر دنیا متفق ہے۔ جن کی کتاب بخاری کا درجہ کتاب اللہ کے بعد ہے ان کی جلالت شان کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس کتاب کی برکت سے جہاں اسلام پہنچا وہاں امام بخاریؒ کا نام پہنچا۔ امام بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر ۶۳ سال تھی۔ امام بخاریؒ کی عمر ۶۲ سال تھی۔ امام بخاری کی ساری عمر خدمت حدیث میں گذری۔ ان کو چھ لاکھ حدیثیں یاد تھیں جس سے سات ہزار دو سو چھہتر انتخاب کر کے کتاب بخاری میں درج کیں اور ہر ایک حدیث پر مسجد نبوی میں دو نفل پڑھے اس کے بعد حدیث کتاب میں لکھی اور سولہ سال کے عرصہ میں یہ کتاب تیار ہوئی۔ اس ادب اور احترام کے نتیجہ میں خدا تعالےٰ نے اس کتاب کو وہ مقبولیت بخشی کہ اس سے پہلے کسی کتاب کو یہ مقبولیت حاصل نہ ہوئی نہ بعد حاصل ہوئی۔ باوجود مختلف مذاہب کے قریباً سب اہل اسلام اس پر متفق ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد کتاب بخاری کا درجہ ہے اور یہ کتاب اصح الکتب اور کتاب اللہ ہے۔

امام محمدؒ بن احمد ابو زید مروزیؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت اللہ شریف میں حجر اسود اور مقام ابراہیم میں سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپؐ فرماتے ہیں "اے ابو زید کتاب شافعی کب تک درس دے گا۔ میری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا جامع (کتاب) محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ)

امام رجا بن مرجیؒ کہتے ہیں۔ امام بخاری کی فضیلت علماء پر اس طرح ہے جیسے مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے" اور امام محمد بن اسحاق بن مندہ فرماتے ہیں۔ میں نے آسمان کے نیچے امام بخاریؒ سے بڑھ کر علم حدیث میں کوئی نہیں دیکھا۔ امام ابو مصعب بن احمد بن ابو بکر مدینی نے فرمایا کہ ہمارے نزدیک امام بخاریؒ فقہ اور حدیث میں امام احمد بن حنبلؒ سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اس پر ایک شخص مجلس سے بولے کہ آپؒ امام بخاریؒ کی تعریف میں حد سے گزر گئے۔ فرمایا اگر تو امام مالک کو پا لیتا اور ان کے چہرے اور امام بخاری کے چہرے کی طرف دیکھتا تو کہتا امام مالکؒ اور امام بخاریؒ فقہ و حدیث میں ایک ہی ہیں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کی مثل پیدا نہیں ہوا۔ اور امام نجم بن فضیلؒ کہتے ہیں۔ میں نے خواب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور امام بخاریؒ آپ کے پیچھے ہیں۔ جب آپ قدم اٹھاتے ہیں تو امام بخاری بھی قدم اٹھاتے ہیں اور امام بخاریؒ کا قدم ٹھیک آپؐ کے قدم کی جگہ پر پڑتا ہے اور پورے پورے آپؐ کے نشان پر چلتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام بخاریؒ کے دل میں احادیث نبویہ کا بڑا احترام تھا اور ان کی تتبع و جستجو اور ان پر عمل اپنی زندگی کا اہم مقصد سمجھے ہوتے تھے۔ اس لیے کچھ اپنے حافظہ اور ذہانت اور کچھ اپنی محنت اور کوشش سے علم حدیث میں اتنی ترقی کی کہ دنیا ان کے سامنے جھک گئی۔

ایک دفعہ امام بخاری بغداد میں آئے اور بغداد اس وقت گہوارہ علم تھا اور بڑے بڑے علماء و فضلاء وہاں قیام پذیر تھے۔ انھوں نے امام بخاری کے

علم و فضل کا امتحان لینا چاہا۔ ایک مجلس منعقد کی اور سو حدیثیں الٹ پلٹ کر کے فی آدمی دس کے حساب سے آدمیوں کے سپرد کر دیں۔ امام بخاریؒ کو اس کا کوئی علم نہیں۔ امام بخاری کے پاس آئے، ان میں سے ایک آگے بڑھا اور امام بخاریؒ سے ایک حدیث پوچھی۔ امام بخاریؒ نے فرمایا، میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا۔ پھر دوسری، تیسری یہاں تک کہ دسوں کے متعلق امام بخاری کا ایک ہی جواب تھا کہ لا اَعْرِفُ (میں نہیں پہچانتا) اس کے بعد یکے بعد دیگرے باقی نو پیش ہوئے اور اکیلی اکیلی حدیث سے سوال کیا۔ لیکن امام بخاریؒ کا سب کو ایک ہی جواب تھا لا اَعْرِفُ (میں نہیں پہچانتا)

علماء تو امام بخاریؒ کے لا اَعْرِفُ کہنے ہی سے سمجھ گئے کہ امام بخاریؒ کو احادیث کے اُلٹ پلٹ کرنے کا پتہ لگ گیا ہے لیکن دوسرے لوگ اس چیز کو نہیں پا سکے۔ پھر امام بخاریؒ پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تیری پہلی حدیث میں فلاں غلطی ہے اور دوسری میں فلاں۔ یہاں تک کہ اس کی دس حدیثیں ٹھیک کر دیں۔ پھر یکے بعد دیگرے دوسرے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کی احادیث بھی ٹھیک کر دیں۔

پس اس دن سے امام بخاریؒ کے علم و فضل کی دھاک بیٹھ گئی اور بڑے بڑے علما، فضلاؒ ان سے مرعوب ہونے لگے اور اس سے پیشتر بھی امام بخاریؒ کی شہرت کچھ کم نہ تھی۔ بلکہ طالب علمی ہی سے شہرہ آفاق تھے یہاں تک کہ جب فارغ التحصیل ہو کر اپنے شہر آئے تو شاہ بخارا ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکلا مگر باوجود اتنے اعزاز و احترام کے امام بخاریؒ نے اس کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اور اس تمام اعزاز و احترام کو حدیث نبوی کی عزت کے لیے قربان کر دیا۔ چنانچہ شاہ بخارا نے جب امام بخاریؒ کے پاس درخواست کی کہ میں کتاب بخاریؒ اور تاریخ بخاری کا شوق رکھتا ہوں آپ مجھے گھر آکر پڑھایا کریں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا علم کسی کے دروازے پر

نہیں جاتا۔ علم کے پاس لوگ آتے ہیں۔ جہاں اور دنیا پڑھتی ہے وہاں تو بھی پڑھ سکتا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ شاہ بخارا نے اپنی اولاد کے لیے یہ درخواست کی کہ ان کو گھر پر آکر پڑھا تو لیکن امام بخاریؒ نے اس کو ٹھکرا دیا۔ آخر بادشاہ نے کہا اگر گھر پر آکر نہیں پڑھاتے تو کم سے کم میری اولاد کے لیے ایک امتیازی مجلس ہونی چاہیئے جہاں اور شریک نہ ہوں۔ امام بخاریؒ نے اس کو بھی ٹھکرا دیا اور صاف فرمایا کہ مجھ سے اس قسم کی طمع ہی نہ رکھو۔ میں لوگوں کی خاطر علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں غریب بچے تعلیم پاتے ہیں وہیں تیری اولاد تعلیم پا سکتی ہے۔ تو بادشاہ وقت ہے۔ زیادہ سے زیادہ تو یہی کر سکتا ہے کہ میرا درس بند کر دے۔ اگر تو ایسا کرے گا تو میرا خدا کے پاس یہ عذر ہو گا کہ جبراً روکا گیا ہوں۔ ورنہ میں علم کو نہیں چھپا سکتا کیوں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو علم چھپائے، قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کا لگام دیا جائے گا۔"

گویا امام بخاریؒ اس وقت جان ہتھیلی پر رکھ کر اس حدیث کی عملی تصویر بنے ہوتے تھے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَفْضَلُ الْجِهَادِ مَنْ قَالَ كَلِمَةَ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ (مشکوٰۃ کتاب الامارت)

(ظالم بادشاہ کے سامنے حق کہنا یہ افضل جہاد ہے)

امام بخاریؒ نے جب یہ دلیرانہ کلمات کہے تو بادشاہ ناراض ہو گیا جس کے نتیجہ میں امام بخاریؒ ترک وطن پر مجبور ہو گئے اور یہاں سے ہجرت کر لی۔ سمرقند جانے کا قصد تھا مگر راستہ میں پتہ لگا کہ سمرقند میں آپؒ کے متعلق اختلاف ہو رہا ہے کہ جگہ دی جائے یا نہ۔ کیونکہ سمرقند بھی اسی حکومت کے ماتحت تھا۔ لوگ ڈرتے تھے کہ بادشاہ ناراض نہ ہو جائے۔ امام بخاریؒ اس وقت خرتنگ بستی میں تھے جو بخارا اور سمرقند کے درمیان واقعہ

ہے ۔ جب آپؒ کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو خدا کی طرف متوجہ ہوئے اور دعا کی کہ یا اللہ! اگر تیری زمین مجھے جگہ نہیں دیتی تو مجھے اپنے پاس بُلا لے ۔ رات کا وقت تھا ۔ دُعا منظور ہو گئی ۔ پیٹ میں درد اُٹھا اور اسی وقت وصال ہو گیا اور ۶۲ سال کی عمر میں وہیں دفن ہوئے ۔

امام عبدالواحد بن آدم طواویسی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ۔ آپؐ کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی ۔ اور آپ ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ میں نے آپؐ پر سلام ڈالا اور پوچھا یارسول اللہ! آپ یہاں کس طرح ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ فرمایا محمدؒ بن اسمٰعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں ۔ جب میں نے حساب کیا تو وہ وہی گھڑی تھی جس میں امام بخاریؒ نے وفات پائی ۔

ان لوگوں کی زندگیاں کیسی مُبارک تھیں ۔ جو علم دین کے لیے وقف رہیں اور آخر اسی کے اعزاز میں قربان ہو گئیں ۔ ہمارے علماء کو بھی اس سے کچھ سبق لینا چاہیئے اور اپنے حالات میں کچھ تبدیلی پیدا کرنی چاہیئے ۔ واللہ الموفق

امیر المومنین ہارون رشید اور ایک اعرابی (جنگلی)

ہارون رشید حج کے لیے مکہ شریف آیا۔ جب حرم میں داخل ہوا تو طواف شروع کیا۔ دوسرے لوگوں کو طواف سے روک دیا۔ ایک اعرابی آگے بڑھا اور امیر المومنین کے ساتھ طواف کرنے لگا۔ امیر المومنین کو یہ ناگوار گذرا۔ سپاہی کو غصے سے دیکھا کہ اس کو روکے۔ سپاہی نے روکا تو اعرابی نے کہا یہ مقام مساوات ہے خدا تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

سَوَاءً ِۨ الْعَاكِفُ فِيهِ وَالْبَادِ وَمَنْ يُرِدْ فِيهِ بِإِلْحَادٍ بِظُلْمٍ نُذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ

بیت الحرام میں یہاں کا بسنے والا اور جنگل کا رہنے والا دونوں برابر ہیں۔ اور جو اس مقام میں ظلم سے ٹیڑھا چلنے کا قصد کرے اس کو ہم دردناک عذاب چکھائیں گے"

جب امیر المومنین نے یہ سنا تو سپاہی کو حکم دیا کہ اعرابی کو اپنی حالت پر چھوڑ دے پھر جب امیر المومنین حجر اسود کا بوسہ لینے لگا تو اس میں بھی اعرابی نے پہل کی۔ اسی طرح مقام ابراہیم پر بھی دو رکعت امیر المومنین سے پہلے پڑھ لیں۔ جب امیر المومنین طواف اور نماز سے فارغ ہوا تو اعرابی کو بلانے کے لیے سپاہی بھیجا۔ اعرابی نے جواب دیا کہ حاجت مند چل کر آیا کرتا ہے۔ مجھے تو بادشاہ کی طرف کوئی حاجت نہیں، اگر بادشاہ کو حاجت ہے تو آجائے۔ سپاہی بڑا جوش بھرا ہوا واپس ہوا اور بادشاہ کو

اُشتعال دلاتے ہوئے اس کا جواب سُنایا۔ بادشاہ نے کہا۔ بات اس کی معقول ہے اس نے جو کہا ٹھیک کہا۔ چلو ہم چلتے ہیں۔ بادشاہ اعرابی کے پاس آیا اور سلام کہا۔ اعرابی نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد بادشاہ اور اعرابی کی جو گفتگو ہوئی وہ مکالمہ کی شکل میں حسب ذیل ہے۔

مکالمہ

بادشاہ۔ کیا مجھے یہاں بیٹھنے کی اجازت ہے؟

اعرابی۔ یہ میرا گھر یا میرا حرم نہیں۔ بلکہ خدا کا گھر اور خدا کا حرم ہے۔ ہم سب اس میں برابر ہیں۔ بیٹھنا ہو بیٹھ جاؤ، واپس ہونا ہو واپس ہو جاؤ۔

(بادشاہ اس دلیرانہ اور معقول جواب سے بڑا متاثر ہوا۔ اور اعرابی کے ایک طرف بیٹھ گیا۔)

بادشاہ۔ میں تم سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں کہ خُدا نے تم پر کیا فرض کیا؟

اعرابی۔ سوال تعلم کا ہے یا تعنُّت کا؟ یعنی کچھ استفادہ کرنا مقصود ہے یا محض زک پہنچانا یا امتحان لینا؟

بادشاہ۔ (حیران سا ہو کر) سوال تعلم کا ہے یعنی کچھ سیکھنا چاہتا ہوں

اعرابی۔ پھر شاگردوں کی طرح ادب سے بیٹھو۔

(بادشاہ اعرابی کے سامنے دوزانو ہو کر ادب سے بیٹھ گیا)

اعرابی۔ اب پوچھو جو پوچھنا ہے۔

بادشاہ۔ آپ پر خدا نے کیا فرض کیا ہے؟

اعرابی۔ کون سے فرض سے سوال کرتے ہو۔ فرائض بہت سے ہیں، ایک[۱] پانچ[۵]، سترہ[۱۷]، چونتیس[۳۴]، چورانوے[۹۴]، چالیس میں سے ایک۔ ساری عمر میں ایک[۱]، دو سو میں سے[۲۰۰] پانچ[۵]۔

بادشاہ (بطور استہزاء ہنس کر) میں نے تو صرف آپ پر خدا کے فضل سے

سوال کیا تھا۔ آپ نے زمانہ کا حساب جمع کر دیا۔

اعرابی ۔ اے ہارون ! سارا دین ہی حساب ہے۔ اگر دین حساب نہ ہوتا، تو خدا قیامت کے دن مخلوق کا حساب نہ لیتا۔ قرآن مجید میں ہے۔

فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ (پ ۲۴)

قیامت کے دن کسی نفس پر ظلم نہیں ہو گا۔ اگر رائی برابر نیکی بدی ہو گی۔ تو اس کو ہم حاضر کر دیں گے اور ہم (اکیلے ہی) حساب لینے والے کافی ہیں۔

(بادشاہ ہارون کے لفظ) سے بہت گھبرایا۔ کیونکہ دنیا اُسے امیر المومنین کے لفظ سے خطاب کرتی تھی، قریب تھا کہ جوش و غصہ میں اعرابی پر کوئی ظلم کر بیٹھے، مگر جس کا خدا حافظ اس کو کون نقصان پہنچا سکے۔ فی الفور بادشاہ کی عقل ٹھکانے آگئی اور سمجھ گیا کہ یہ دلیرانہ کلمات اس کی زبان سے خدا نکلوا رہا ہے۔ ورنہ ایک اعرابی کی اتنی جرات کہاں ہے۔

اس کے بعد بادشاہ کے دل میں خیال آیا کہ ان فرائض کی تفسیر اعرابی سے کرائے اگر کر دے تو بہتر اگر نہ کرے تو پھر محض یہ اس کا ایک ڈھونگ ہے جس سے اس کا مقصد علمی مظاہرہ کر کے ہمیں مرعوب کرنا اور اپنا عقیدتمند بنانا ہے۔ ورنہ خود بھی یہ ان فرائض کو نہیں جانتا۔ اس بناء پر اب بادشاہ نے اپنی گفتگو کا لہجہ بدل کر اپنی دنیوی جلالت شان سے اعرابی کو مخاطب کیا۔

بادشاہ :۔ اگر تو نے ان فرائض کی تفسیر نہ کی تو مجھے اپنے باپ دادوں کی تربت کی قسم ہے۔ صفا اور مروہ کے درمیان تیری گردن مار دوں گا۔"

اس پر بادشاہ کے باڈی گارڈ کو ترس آیا اور اس کی سفارش کرتے ہوئے بادشاہ کو کہا "خدا کے لیے اس کو بخش دیں۔ اور بیت اللہ اور حرم اللہ کی عزت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس سے درگذر کریں" اعرابی اس پر ہنسنے لگا اور ہنستے ہنستے

پچھاڑی کی طرف لپٹ گیا۔ بادشاہ حیران ہوا کہ یہ ہنستا کیوں ہے؟ یہ موقعہ رونے کا ہے نہ ہنسنے کا۔ تعجب سے پوچھا کہ تم ہنستے کیوں ہو؟

اعرابی۔ تیری عقل پر اور تیرے باڈی گارڈ کی عقل پر۔"

بادشاہ۔ ہم سے کیا بے وقوفی ہوئی؟

اعرابی۔ ایک میری موت چاہتا ہے اور ایک مجھے بچانا چاہتا ہے۔ حالانکہ اگر میرا وقت آگیا ہے تو مجھے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور اگر وقت نہیں آیا تو مار نہیں سکتا۔ موت و حیات خدا کے ہاتھ میں ہے مگر تم بے وقوفی سے اپنے اختیار میں سمجھ رہے ہو۔"

اعرابی کے اس جواب سے بادشاہ بہت متاثر ہوا اور دُنیا کی شان و شوکت اس کی نظر میں ہیچ ہو گئی۔ اور اب پھر بطور شاگردی استادی کے سلسلہ سوال و جواب شروع ہوا۔

بادشاہ۔ مجھے ان فرائض کی تفسیر سننے کا بہت شوق ہے۔ میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں۔ آپ ضرور ان کی تشریح کریں۔

اعرابی۔ بہت اچھا سنیئے۔

(۱) ایک فرض توحید ہے۔ (۲) پانچ فرض۔ رات دن میں پانچ نمازیں ہیں۔

(۳) سترہ فرض۔ پانچ نمازوں کی سترہ رکعت ہیں

(۴) چونتیس فرض، سترہ رکعت کے چونتیس سجدے ہیں

(۵) چورانوے فرض سترہ رکعت کی تکبیرات ہیں۔

(۶) چالیس سے ایک۔ یہ سونے کی زکواۃ ہے۔ چالیس دینار سے ایک دینار فرض ہے۔

لہ ہارون رشید اور اعرابی کا واقعہ ہم نے کتاب الروض الخالق فی المواعظ والرقائق مصنفہ شیخ لیز یغنش ص۶۳ تا ص۶۵ سے نقل کیا ہے۔ اس میں اسی طرح چالیس سے ایک ہے

(۶) ساری عمر میں ایک فرض حج ہے۔

(۷) دوسو سے پانچ۔ یہ چاندی کی زکوٰۃ ہے۔ دوسو درہم سے پانچ درہم فرض ہیں

اعرابی کی یہ تفسیر سنکر بادشاہ بہت محظوظ ہوا۔ اور خوشی سے بھر گیا۔ اور سمجھا کہ یہ گوڈری میں موتی یا علمی خزانہ ہے۔ جب اعرابی نے دیکھا کہ بادشاہ میرا عقیدت مند ہو گیا ہے اور میری عظمت و بزرگی اس کے دل میں بیٹھ گئی ہے تو اس کو اپنی طرف زیادہ مائل کرنے کے لیے ایک اور مسئلہ چھیڑ دیا۔ اور اس سے اعرابی کا مقصد کوئی اپنا ذاتی مفاد نہیں تھا بلکہ وہ بادشاہ کو تبلیغ کرنا چاہتا تھا تاکہ بادشاہ کچھ اپنی آخرت کی فکر کرے۔ مگر بغیر عقیدتمند ہونے کے وعظ کا اثر مشکل ہے، خاص کر بادشاہوں کو۔ اس لیے اعرابی کی کوشش تھی کہ اپنا علمی سکہ اس کے دل پر بٹھائے۔ کیونکہ (سعودی حکومت کی طرح) ہارون رشید کے دل میں (بھی) علم دین کی بڑی قدر تھی۔ چنانچہ اعرابی نے یہ (اور) مسئلہ عجیب طرح سے چھیڑا۔ بادشاہ کو کہا۔ میں نے تو آپ کی آرزو پوری کر دی اور آپ کی حسب خواہش مسائل کی تفسیر کر دی۔ کیا آپ بھی میرے کسی سوال کا جواب دے سکتے ہیں۔ میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔

بادشاہ نے کہا "پوچھو"

حالانکہ چاندی کی زکوٰۃ بھی چالیس سے ایک ہے۔ کیونکہ پانچ دوسو درہم کا چالیسواں حصہ ہے تو یہاں بھی چالیس سے ایک کہنا چاہیئے تھا۔ ہاں نصاب کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو تو پھر دوسو درہم کا ذکر ٹھیک ہے۔ کیونکہ چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے۔ جو ہمارے حساب سے قریباً ساڑھے باون روپے ہوتے ہیں۔ لیکن اس بناء پر سونے کی زکوٰۃ میں بیس سے نصف کہنا چاہیئے۔ تاکہ سونے کے نصاب کی طرف اشارہ ہو جائے کیونکہ سونے کا نصاب بیس دینار ہیں جو ہمارے حساب سے ساڑھے سات تولے سونا بنتا ہے۔ پس چالیس سے ایک کہنا ٹھیک نہیں۔

اعرابی ۔ "ایک عورت صبح کے وقت ایک شخص پر حرام تھی ۔ ظہر کے وقت حلال ہو گئی ۔ عصر کے وقت پھر حرام ہو گئی ۔ مغرب کے وقت پھر حلال ہو گئی ۔ عشاء کے وقت پھر حرام ہو گئی ۔ دوسرے روز صبح کے وقت پھر حلال ہو گئی ۔ ظہر کے وقت پھر حرام ہو گئی ۔ عصر کے وقت پھر حلال ہو گئی ۔ مغرب کے وقت پھر حرام ہو گئی ۔ عشاء کے وقت پھر حلال ہو گئی ۔ یہ کون سی عورت ہے اور اس کی صورت کیا ہے ۔

بادشاہ ۔ "آپ نے مجھے سمندر میں ڈال دیا ہے ۔ اب آپ ہی اس سے نجات دیں"

اعرابی ۔ آپ امیر المومنین ہیں ۔ اور اس وقت آپ کی شخصیت سب سے بڑی ہے ۔ آپ کو کسی شے سے عاجز نہ ہونا چاہیئے ۔ میرا سوال تو ایک معمولی ہے (اعرابی کا مطلب یہ تھا کہ بادشاہ عالی دماغ ہوتے ہیں ۔ اور عالی دماغ لوگ ان کے درباروں میں حاضر رہتے ہیں ۔ جن کی مدد سے مشکل سے مشکل مسائل حل ہو سکتے ہیں) پھر کیا وجہ ہے کہ آپ میرے ایک معمولی سے سوال سے عاجز آ گئے ۔

بادشاہ ۔ آپ کو علم نے بڑا کر دیا ۔ اور آپ کا ذکر بلند کر دیا ۔ میرے اعزاز کے لیے اور اس مقام (حرم اللہ) کی شان کا لحاظ کرتے ہوئے میری یہی آرزو ہے کہ آپ ہی اس کی تفسیر کریں ۔

اعرابی ۔ اگر آپ کی خوشی اسی میں ہے ۔ تو میرے لیے بھی یہ برکت اور عزت کا باعث ہے ۔ یہ عورت کسی کی لونڈی ہے جو صبح کے وقت زید پر حرام تھی ۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو زید نے خرید لی ۔ اب اس کے لیے حلال ہو گئی ۔ پھر عصر کے وقت زید نے آزاد کر دی تو اس پر حرام ہو گئی ۔ پھر مغرب کے وقت نکاح کر لیا ، حلال ہو گئی پھر عشاء کے وقت طلاق دے دی ، حرام ہو گئی ۔ پھر دوسرے دن کی صبح کے وقت رجوع کر لیا ، حلال ہو گئی ۔ پھر ظہر کے وقت زید مرتد ہو گیا ، حرام ہو گئی ۔ پھر عصر کے وقت توبہ کر لی ، حلال ہو گئی ۔ پھر مغرب کے وقت عورت مرتد ہو گئی ، حرام ہو گئی

پھر عشاء کے وقت تائب ہو گئی حلال[1] ہو گئی۔

بادشاہ نے یہ تفسیر سُنی تو خوش ہو کر دس لاکھ درہم بطور انعام دینا چاہا۔ مگر اعرابی نے قبول نہ کیا اور کہا کہ یہ مستحقین کو دے دے۔ بادشاہ نے کہا میں آپ کا وظیفہ مقرر کر دوں جو آپ کو تا دمِ حیات کافی ہو۔ اعرابی نے کہا جس نے تیرا وظیفہ لگا رکھا ہے، اس نے میرا بھی وظیفہ لگا رکھا ہے بادشاہ نے کہا۔ اگر کسی قسم کا قرض ذمہ ہے تو میں وہ ادا کر دوں۔ مگر اعرابی نے سب کچھ ٹھکرا دیا۔ پھر یہ شعر پڑھے ؎

هَبِ الدُّنْيَا تُوَاتِيْنَا سِنِيْنًا
فَتَكْدُرُ تَارَةً وَّتَلَذُّ حِيْنًا

فَمَا اَرْضٰى بِشَيْءٍ لَيْسَ يَبْقٰى
وَاَتْرُكُهٗ غَدًا اِلْوَارِثِيْنَا

كَاَنِّيْ بِالتُّرَابِ عَلَيَّ يُحْثٰى
وَبِالْاِخْوَانِ حَوْلِيْ نَائِحِيْنَا

وَيَوْمَ تَزَفَّرُ النِّيْرَانُ فِيْهِ
وَتُقْسِمُ جَهْرَةً لِّلسَّامِعِيْنَا

وَعِزَّةِ خَالِقِيْ وَجَلَالِ رَبِّيْ
لَاَنْتَقِمَنَّ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَا

ترجمہ: فرض کر کہ دنیا کئی سال تیری موافقت کرتی ہے۔ کبھی کدورت والی ہو جاتی ہے اور کبھی لذت والی۔ میں فانی چیز سے کبھی خوش نہیں ہوتا جس کو کل وارثوں کے لیے چھوڑ جاؤں۔ میرے سامنے قبر کا نقشہ ہے جب کہ مجھ پر مٹی ڈالی جائے گی۔ اور میرے بھائی میرے گرد کھڑے رو رہے ہوں گے۔

---

[1] یہ اس بنا پر کہ عدت تک انتظار ضروری ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ مرتد ہوتے ہی نکاح ختم ۱۲

اور میرے سامنے قیامت کا نقشہ ہے۔ جبکہ آگ فراٹے مارتی ہوگی اور سننے والوں کے سامنے قسم کھا کر کہتی ہوگی کہ مجھے اپنے پیدا کرنے والے کی قسم اور مجھے اپنے رب کی بزرگی کی قسم آج میں تم سب سے ضرور بدلہ لوں گی۔

جب اعرابی اشعار سے فارغ ہوا تو بادشاہ نے سرد آہ بھری اور لمبی سانس کھینچی اور اعرابی کے حالات دریافت کئے کہ کون صاحب ہیں اور کس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا وطن کونسا ہے۔ جو واقف تھے انہوں نے بتلایا کہ یہ خاندانِ نبوت کا روشن چراغ موسیٰؒ رضا بن جعفر صادقؒ بن محمد باقرؒ بن علیؒ بن حسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب ہیں۔ زہد و تقویٰ کی وجہ سے گنواروں کی سی شکل بنا رکھی ہے۔ بادشاہ اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور پیشانی کا بوسہ لیکر یہ آیت پڑھی۔

اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ	اللہ بہتر جانتا ہے جہاں اپنی
رِسَالَتَهٗ	نبوت ظاہر کرتا ہے۔

یعنی نبوت اسی خاندان کے لائق تھی نہ کہ ہم نا اہلوں کے۔

اللہ کے نیک بندے عجیب کشمکش میں رہتے ہیں۔ ریا سے بچنے کے لیے ان کی کوشش ہوتی ہے کہ پوشیدہ رہیں۔ اور ان کے حالات سے کوئی مطلع نہ ہو اور جب دیکھتے ہیں کہ تبلیغ ایک اہم شعبہ ہے بلکہ انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے تو پھر وہ علمی عملی مظاہرے کے لیے مجبور ہو جاتے ہیں۔ مگر اوّل خویش بعد درویش کی بنا پر زیادہ توجہ ان کی اصلاح نفس کی طرف ہوتی ہے جو عموماً پوشیدگی میں ہے۔ ہاں جس کو اپنے نفس پر پورا اعتماد ہو کہ باوجود ظاہر ہونے کے مخلص رہے گا اور اس کے علم و عمل میں ریا کا شائبہ نہیں ہوگا تو اس کا ظاہر ہونا ہی بہتر ہے تاکہ لوگ اس سے ہدایت پائیں۔ اور دنیا فیضیاب ہو۔ اور یہ انبیاء علیہم السلام کا منصب ہے اور ایسے علماء کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کی فضیلت

ستاروں پر۔ یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ادنیٰ صحابی یا ادنیٰ مسلمان پر۔
چنانچہ ائمہ اربعہ اور دیگر امامانِ دین نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا۔
اگر وہ پوشیدہ رہتے تو دین ہم تک کس طرح پہنچتا۔ خدا تعالےٰ ہمیں بھی
یہی منصب عطا فرمائے۔ اور انہی کی راہ پر چلنے کی توفیق بخشے۔
رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ
وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا آمین

حبر الامۃ ——— امام العلم

امام شافعیؒ

امام شافعیؒ کی کسی حکومت سے ٹکر نہیں ہوئی۔ مگر چونکہ امام شافعیؒ ائمہ اربعہ سے ہیں اور ائمہ ثلاثہ کے حالات ذکر ہو چکے ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ امام شافعیؒ کے مختصر حالات بھی یہاں درج کر دیے جائیں۔ تاکہ یہ مختصر رسالہ ائمہ اربعہ کے حالات پر مشتمل ہو جائے۔

شافعی رحمۃ اللہ علیہ بلحاظ پیدائش تعلیم و تربیت پھر علمی کمالات و اجتہاد وغیرہ کے اللہ تعالےٰ کی آیات بینات سے ایک کھلی آیت بلکہ زندہ معجزہ ہیں۔
چنانچہ علامہ ذہبیؒ ایسے ماہر فن حدیث و رجال اور تاریخ وغیرہ آپؒ کا تذکرہ الحفاظ میں شافعی امام العلم حبر الامۃ کے عنوان سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس القرشی المطلبی الشافعی المکی نسیب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم و ناصر سنتہ شافعی کی کنیت ابو عبد اللہ اور اسم گرامی محمد ہے۔ آپ کے والد کا نام ادریس ہے۔ خاندانی لحاظ سے مطلبی برادر ہاشمی قریشی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور سنت کے ناشر و ناصر ہیں۔ آپ کے جد بزرگوار کا نام چونکہ شافع تھا۔ اس لیے آپ شافعی نام سے شہرہ آفاق ہوئے۔ آپ کی پیدائش ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ بعض اہل علم یہ بھی کہتے ہیں کہ جس دن امام ابو حنیفہؒ کا انتقال ہوا آپ اُسی دن پیدا ہوئے۔ چوّن سال عمر پاکر ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔

امام شافعی کی شان باقی ائمہ سے نرالی ہے۔ امام شافعیؒ کے حالات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ ہیں۔ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ کو حمل کے دنوں میں خواب آیا کہ ان کے اندر سے نور نکلا ہے جس سے بصریٰ شہر (جو علاقہ شام میں ہے) کے محل روشن ہو گئے۔ اسی طرح امام شافعی کی والدہ کو خواب آیا کہ ان کے اندر سے ستارہ مشتری (جو بہت روشن ہے) نکلا۔ اور ٹوٹ کر اس کے ٹکڑے ہر شہر میں پہنچ گئے۔ ایک ماہر فن تعبیر نے اس کی یہ تعبیر کی کہ تجھ سے ایک بہت بڑا امام پیدا ہو گا جس کا نور ہدایت ہر شہر میں پہنچے گا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا اے لڑکے تو کون ہے؟ میں نے عرض کی حضورؐ! میں آپؐ کی قرابت سے ہوں۔ فرمایا نزدیک ہو۔ میں نزدیک ہوا تو آپؐ نے میرا منہ کھول کر اپنا لعاب مبارک میری زبان پر جاری کر دیا اور فرمایا۔ جا اللہ تجھ میں برکت کرے۔

مکہ شریف میں بچپن کے ایک اور خواب کا ذکر کرتے ہوئے آپؒ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ کے چہرے

مبارک پر ہیبت ٹپکتی ہے۔ حرم میں لوگوں کی امامت کر رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کو درس دینے لگے۔ مَیں نے بھی قریب ہو کر کہا کہ مجھے بھی تعلیم دیجئے۔ آپؐ نے اپنی آستین سے ایک ترازو نکالا اور فرمایا یہ تیرے لیے ہے۔ مَیں نے ایک معبّر سے اس کی تعبیر پوچھی تو اُس نے یہ تعبیر کی کہ تو علم میں امام ہوگا اور سنت پر ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بچپن میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شہرت سُنی۔ تو ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ مکہ میں ہی اُن کی کتاب موطا کسی سے عاریتاً لیکر حفظ کر لی۔ پھر حاکم مکہ سے حاکم مدینہ کے نام سفارشی خط لکھوایا کہ امام مالکؒ سے ملا دیں۔ اور تعلیم دینے کے لیے سفارش کر دیں۔ مَیں خط لیکر مدینہ پہنچا۔ اور حاکم مدینہ کو یہ خط دے دیا۔

مَیں اور حاکم مدینہ دونوں امام مالکؒ کے دروازے پر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا اندر سے ایک لونڈی نکلی۔ اس کو پیغام دیا بہت دیر کے بعد واپس آئی اور کہا امام صاحبؒ فرماتے ہیں اگر کوئی مسئلہ پوچھنا ہے تو پرچہ پر لکھ دو، جواب مل جائے گا۔ حاکم مدینہ نے کہا کہ میرے پاس کسی اہم معاملہ کے لیے حاکم مکہ کا خط ہے۔ لونڈی اندر گئی اور پھر باہر نکلی اور ایک کرسی اٹھائے ہوئے تھی۔ کرسی بچھا دی۔ اس کے بعد امام مالک رحمۃ اللہ علیہ آگئے۔ طیالسی جوغہ پہنے ہوئے تھے۔ چہرے پر ہیبت کے آثار اور قد لمبا۔

حاکم مدینہ نے خط دیا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خط پڑھنا شروع کیا جب اس مقام پر پہنچے کہ محمد بن ادریسؒ ایک شریف آدمی ہے طلب علم کے لیے حاضر ہو رہا ہے تو خط پھینک دیا اور (تعجباً) سبحان اللہ کہہ کر فرمایا کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا علم بھی سفارشوں کا محتاج ہے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں۔ مَیں آگے بڑھا اور اپنا حال سُنایا۔ امام مالکؒ

میری طرف بغور دیکھنے لگے۔ امام مالکؒ کو خدا نے بڑی فراست عطا فرمائی تھی تھوڑی دیر کے بعد فرمایا تیرا کیا نام ہے۔ میں نے کہا محمدؒ۔ فرمایا اے محمدؒ تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کر۔ تیرے ساتھ بڑی اُمیدیں وابستہ ہیں۔ تُو کسی روز اعلیٰ مقام پر پہنچنے والا ہے۔ خدا نے تیرے دل میں ایک نُور ڈالا ہے گناہ کے ساتھ اس کو کہیں بجھا نہ دینا۔

اس کے بعد فرمایا۔ کل کسی کو ساتھ لانا تاکہ وہ موطا کی قرأت کرے اور تُو سُنے۔ میں نے عرض کی میں خود زبانی پڑھوں گا۔

چنانچہ دوسرے دن میں نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر موطا کی قرأت شروع کی۔ امام مالکؒ کو میرا پڑھنا ایسا پسند آیا کہ میں نے ان کے ملال طبع کے خیال سے جب بند کرنے کا ارادہ کرتا تو فرماتے "اے جوان! میری بیوی نے تھوڑے دنوں میں اسے پڑھ لیا۔ مطلب یہ کہ تم بھی جلدی ختم کرو۔

امام شافعیؒ کے متعلق اس قسم کی خوابیں اور آئمہؒ کی رائیں کسی بڑی دینی خدمت کا پیش خیمہ تھیں۔ جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خواب ایک بڑے انقلاب کی طرف اشارہ تھا۔ ایسے ہی امام شافعیؒ کی آمد سے ایک بڑا انقلاب رُونما ہوا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور پُرنور سے جاہلیت کی دنیا اسلام سے بدل گئی۔ ایسے ہی امام شافعیؒ سے فقہی اختلافات کی وسیع خلیج پاٹی گئی۔ مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کا مذہب رائج تھا اور کوفہ میں امام شعبیؒ و امام ابو حنیفہؒ کا اور شام میں امام مکحولؒ و امام اوزاعیؒ وغیرہ کا اور مصر میں لیث بن سعد وغیرہ کا۔

اسی طرح مختلف علاقوں اور شہروں میں مختلف مذاہب شائع ہو چکے تھے ان اختلافات کی وجہ سے ایک تحقیق کرنے والے کو بڑی مشکلیں پیش آتی تھیں ہارون رشید جب مدینہ شریف آئے اور امام مالک کو ملے اور عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کی کتاب موطا کی اشاعت کر دوں۔ اور

سب علاقوں میں لوگوں کو اسی پر عمل کرنے کا پابند کر دوں ۔

امام مالکؒ نے فرمایا ۔ یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مختلف ممالک میں پھیل گئے ۔ اور ان سے لوگوں نے روائتیں اور آثار لیے اور انہیں پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ۔ ہر ایک نے اپنے طور پر انہی روائتوں اور آثار سے اجتہاد اور استنباط کیا ۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اختلاف امت رحمت ہے ۔ اس لیے جس حالت پر لوگ ہیں ۔ اسی پہ ان کو چھوڑ دیا جائے ۔

لیکن ان کے بعد جب امام شافعیؒ کا زمانہ عروج زندگی کا ہوا تو امام شافعیؒ نے ان اختلافات کا بنظر غور مطالعہ کیا اور دیکھا کہ یہ مذاہب ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں ۔ حق اور صواب معلوم کرنا مشکل ہو گیا ہے تو انہوں نے قرآن مجید اور حدیث شریف کی روشنی میں ایسے اصول و قوانین وضع کئے جن سے ایک محقق کے لئے تحقیق مسائل کی راہ کھل گئی ۔ صحیح اور ضعیف معلوم کرنے کیلئے بڑی سہولتیں پیدا ہو گئیں ۔ اور یہیں سے محدثینؒ نے احادیث اور آثار صحابہؓ کے ذخائر جمع کرنے شروع کر دیئے ۔ اور فن حدیث کے ہر شعبہ میں تصانیف کی اتنی کثرت ہوئی جنکا شمار مشکل ہے ۔ یہ سب پودا امام شافعیؒ کا لگایا ہوا ہے ۔ خداوند تعالےٰ ان کو اعلیٰ مقام جنت الفردوس میں نصیب کرے ۔

صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی

منقبت علم وعمل امام شافعیؒ میں بطور نمونہ جو کچھ بھی ذکر ہوا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کا اقل قلیل (ادنیٰ) مظہر ہے جسے امام ابوداؤد طیالسی کی روایت سے حافظ ابن کثیر نے البدایۃ والنہایہ (تاریخ ابن کثیر) میں یوں نقل کیا ہے ۔

قَالَ اَبُوْ دَاوٗدَ الطَّیَالِسِیُّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَسُبُّوْا قُرَیْشًا فَاِنَّ عَالِمَهَا یَمْلَأُ الْاَرْضَ عِلْمًا ۔ اَللّٰهُمَّ

إِنَّكَ أَذَقْتَ أَوَّلَهَا وَبَالًا فَأَذِقْ آخِرَهَا نَوَالًا وَ قَدْ رَوَاهُ الْحَاكِمُ مِنْ طَرِيْقِ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ الْحَافِظُ أَبُوْ نُعَيْمِ الْأَصْبَهَانِيُّ وَهُوَ الشَّافِعِيُّ (تاریخ ابن کثیر جلد ۶ ص۲۵۱ مصری)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قریش کو برائی سے مت ذکر کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اِن میں سے ایک ایسا عالم پیدا کریگا جو علم اور عمل سے انسانی آبادی کو مالامال کرے گا۔ (اس بشارت کے ساتھ آپ نے یوں دُعا فرمائی) اے اللہ! جیسا کہ تو نے قریش کے پہلے لوگوں پر وبال کی بلا نازل کی۔ ان کے آخیر پر نوازش و کرم فرما۔ امام حاکمؒ نے اس حدیث کو دوسری سند (ابو ہریرہ کے طریق) سے بھی روایت کیا ہے۔ حافظ ابو نعیمؒ نے اس حدیث کا محل و مصداق امام شافعیؒ کو ٹھہرایا ہے رحمہ اللہ۔

لامنس ہار کا حقیقت افروز اعلان

عیسائیت اگرچہ ابتداہی سے مذہب اسلام کو نیست و نابود اور مسلمانوں کو ملیامیٹ کرنے پر کمربستہ ہے لیکن پانچویں صدی کے آخر میں انگلستان میں جو سب سے بڑا اسلام کش عیسائی لیڈر گذرا ہے وہ اسلام کشی میں اپنی نظیر آپ ہی ہے جبکہ تحریراً تقریراً وہ اپنی تمام اسلام کُش تدابیر کو بروئے کار لاکر بھی اسلام اور مسلمانوں کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو مجبوراً اسے اسلام کے استقلال و بقا اور استحکام و مضبوطی پر غور و فکر کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا۔ بالآخر گہری سوچ بچار کے بعد اسلام کے تحفظ و بقا کا مدار اس نے صرف چار بلند پایہ شخصیتوں کی قابلیت اور حسن تدابیر علم و عمل پر منحصر گردانا ہے۔ جن میں سے سب سے اوّل ہادیٔ برحق جناب حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ دوسرے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مبارک ہستی ہے جو اپنی سیاست اور خلوص میں ضرب المثل ہیں۔ تیسرے حجۃ الاسلام حبر الامۃ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ کی فقید المثال شخصیت ہے۔ جن کی سعی و کوشش اسلامی سے علم و عمل کا سرچشمہ رواں دواں

ہے۔ اور چوتھے سلطان المحدثین حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ کا مقدس وجود ہے جن کے دم و قدم سے اور سعی و کوشش سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سراپا نور زندگی کے تمام شعبے ہی نہیں بلکہ جمیع حرکات و سکنات من و عن رہتی دنیا تک اسلامی دنیا کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اس مخالف اسلام نے اعلان کر دیا کہ حضرت امام شافعیؒ علمی عملی زندگی کے لحاظ سے اسلام کے ان چار مخصوص ستونوں میں سے ایک اہم ترین ستون ہیں کہ جنکے سہارے پر اسلام کی محکم و مضبوط چھت قائم ہے۔

اور سنیئے علامہ شعرانیؒ لکھتے ہیں کہ آپ کے شاگرد امام ربیعؒ کہا کرتے کہ آپؒ کی علمی شہرت کا ادنیٰ مظہر میں نے یہ دیکھا کہ آپؒ کی تصنیفات کی سماعت کیلئے بیک وقت سات سو علماء و طلباء کا ہجوم آپ کے درس میں موجود ہے۔ اور آپ ساتھ ساتھ فرماتے جاتے ہیں اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَهُوَ مَذْهَبِیْ اگر خدانخواستہ میرا کوئی قول صحیح حدیث کے خلاف معلوم ہو تو اس کو متروک و مردود یقین کرتے ہوئے حدیث صحیح کو میرا مذہب سمجھنا۔ آپ فرماتے تھے کہ میری دلی خواہش ہے کہ خلق کثیر مجھ سے علم دین حاصل کرے لیکن کسی قول کو میری طرف منسوب نہ کیا جائے۔

امام السنہ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے امام شافعیؒ کو یاد کرتے اور فرماتے کہ جیسے لوگوں کو سورج اور صحت کی ضرورت ہے اور ان کا عوض کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ ایسے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا درجہ لوگوں میں ہے۔

امام شافعیؒ کے شاگرد امام ربیعؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کی وفات سے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ حضرت آدم علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں۔ اور لوگ ان کے جنازے کے لیے نکل رہے ہیں۔ میں نے اس خواب کا ذکر بعض اہل علم کے پاس کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ زمین کے بہت بڑے امام فی العلم کی وفات کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ چند دن بعد امام شافعیؒ فوت ہو گئے۔

مرض الموت

امام مزنیؒ امام شافعیؒ کے شاگرد فرماتے ہیں۔ میں مرض الموت میں امام شافعیؒ کے پاس بیمار پرسی کے لیے گیا۔ میں نے کہا کیا حال ہے۔ فرمایا کہ دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ بھائیوں کو داغ جدائی دینے والا ہوں۔ موت کا پیالہ پینے والا ہوں اپنے برے اعمال کو ملنے والا ہوں۔ اور اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہونے والا ہوں۔ مجھے پتہ نہیں کہ میری روح جنت کو جائے گی، پس اس کو مبارک باد دوں یا جہنم کو جائے گی، پس اس کی تعزیت کروں۔ پھر روئے اور یہ شعر پڑھے ؎

وَلَمَّا قَسَا قَلْبِي وَضَاقَتْ مَذَاهِبِي
جَعَلْتُ رَجَائِي نَحْوَ عَفْوِكَ سُلَّمَا
تَعَاظَمَنِي ذَنْبِي فَلَمَّا قَرَنْتُهُ
بِعَفْوِكَ رَبِّي كَانَ عَفْوُكَ أَعْظَمَا
فَمَا زِلْتَ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ
تَجُودُ وَتَعْفُو مِنَّةً وَتَكَرُّمَا
فَلَوْلَاكَ لَمْ يَسْلَمْ مِنْ إِبْلِيسَ عَابِدٌ
وَكَيْفَ وَقَدْ أَغْوَى صَفِيَّكَ آدَمَا

ترجمہ: جب میرا دل سخت ہوگیا اور میرے راستے تنگ ہوگئے تو میں نے اپنی امید کو تیری معافی کیلئے سیڑھی بنایا۔ میرا گناہ مجھے بڑا معلوم ہوا۔ جب میں نے تیری معافی کے ساتھ اس کا مقابلہ کیا تو اے میرے رب تیری معافی بہت بڑی ہوگئی۔ تو ہمیشہ معافی دیتا رہا ہے۔ اپنے فضل وکرم سے سخاوت کرتا رہا۔ اگر تیری مہربانی نہ ہوتی تو ابلیس سے کوئی عابد سلامت نہ رہتا اور کس طرح سلامت رہے کوئی جب کہ اس نے تیرے برگزیدہ بندے آدمؑ کو گمراہ کردیا۔

امام احمدؒ فرماتے ہیں میں نے امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا

خدا نے آپؒ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کہا خدا نے مجھے بخش دیا۔ تاج پہنایا۔ اور حوروں سے نکاح کر دیا اور فرمایا یہ اس کا عوض ہے کہ تو میری رضا کے ساتھ راضی رہا اور جو کچھ میں نے دیا اس پر قناعت کی۔

عبادت وتقویٰ وچند نصائح

① امام شافعیؒ نے رات کے تین حصے کر رکھے تھے۔ پہلے حصے میں تحریر و تصنیف دوسرے میں نیند و آرام تیسرے میں نفل و عبادت۔ ② سترہ سال کی عمر سے کبھی پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا۔ ③ پوری عمر میں فقر و فاقہ سے کبھی گھبرائے نہیں۔

④ ساری عمر کبھی جھوٹ نہیں بولا ⑤ ساری عمر کبھی غسل جمعہ ترک نہیں کیا۔

⑥ ہاتھ میں ہمیشہ عصا رکھنے اور فرمانے میں مسافرانہ زندگی بسر کر رہا ہوں۔

⑦ نیز فرماتے جو دل کی روشنی چاہتا ہے وہ کم کھائے، تنہائی اختیار کرے، عام مجلسوں سے دور رہے۔ جہلا سے بچے، علما رسوء سے بیزاری رکھے۔

⑧ امام شافعیؒ کے شاگرد امام مزنیؒ کہتے ہیں، میں نے ساری عمر میں آپ ایسا سخی نہیں دیکھا۔ کسی عقیدتمند نے اپنے غلام کے ہاتھ اشرفیوں کی ایک تھیلی بھیجی۔ غلام تھیلی دے کر ابھی رخصت نہیں ہوا تھا کہ ایک مفلوک الحال آگیا اور کہا کہ میری بیوی کے ابھی بچہ پیدا ہوا ہے اور گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ امام صاحب نے وہی تھیلی اس کے حوالے کر دی۔ حالانکہ خود بھی گھر میں کھانے کو کچھ نہ تھا۔

⑨ امام حمیدیؒ فرماتے ہیں، امام شافعیؒ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو آپ کے پاس دس ہزار کی رقم تھی۔ آپؒ نے مکہ مکرمہ سے باہر خیمہ لگالیا اور غربا پر سخاوت کا دروازہ کھول دیا۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ میں خالی ہاتھ داخل ہوئے۔

⑩ امام شافعیؒ کی ہمشیرہ کہتی ہیں، میں بعض راتوں میں شافعیؒ کے پاس تیس مرتبہ یا کم و بیش آتی جاتی۔ ان کے آگے چراغ ہوتا۔ اور آپؒ چت لیٹے ہوئے

کچھ سوچتے رہتے۔ پھر لونڈی کو چراغ جلانے کا حکم دیتے۔ امام شافعیؒ کے بھانجے (ابو محمدؒ) سے کسی نے پوچھا کہ ایسا کیوں کرتے، کہا اندھیرے میں دل زیادہ روشن ہوتا ہے۔ امام شعرانیؒ نے طبقات کبریٰ میں آپؒ کے بہت سے حکیمانہ اقوال ذکر کئے ہیں۔

(۱۱) آپؒ فرماتے علم کی زینت بردباری، زہد اور تقویٰ ہے۔

(۱۲) علماء کا فقر و فاقہ اختیاری (اپنے اختیار سے) ہوتا ہے اور جہلاء کا اضطراری

(۱۳) علم صرف پڑھنے اور حفظ کرنے کا نام نہیں بلکہ علم درحقیقت وہ ہے جس سے آخرت کا فائدہ ہو۔

(۱۴) اگر کوئی انتہائی کوشش کرے کہ سب لوگ اس سے خوش رہیں تو یہ مشکل ہے (اس لیے خدا کو راضی کرنے کی کوشش کرے)

(۱۵) اگر کوئی چاہے کہ لوگ اس سے اچھا سلوک کریں، تو اس کو چاہیئے کہ لوگوں سے حسن سلوک اور خوش خلقی سے پیش آئے۔

(۱۶) جو آخرت میں بھلائی چاہتا ہے، اس کو اخلاص سے علم حاصل کرنا اور اس پر عامل ہونا چاہیئے۔

(۱۷) سب سے زیادہ ظالم اپنی جان پر وہ ہے جو ایسے شخص سے تواضع سے پیش آئے جو اس کی قدر نہ کرے اور ایسے آدمی سے دوستی رکھے جس سے فائدہ کی امید نہ ہو۔ اور ایسے آدمی کی مدح کرے جو اس کو پہچانتا نہ ہو۔

(۱۸) سچے دوست کی پہچان یہ ہے کہ مصیبت کے وقت کام آئے، اس کی لغزشوں سے درگذر کرے اور دوست کی قدر کرے۔

(۱۹) جو تیرے سامنے کسی کی چغلی یا شکوہ کرتا ہے وہ یقیناً دوسرے کے پاس تیرا گلہ کرنے والا ہے،

(۲۰) اپنے بھائی کو تنہائی میں نصیحت کرنے والا اس کا سچا خیر خواہ ہے اور مجلس میں نصیحت کرنے والا اس کو ذلیل کرنے والا بدخواہ ہے

(۲۱) ہادی وہ ہے جو عمل سے وعظ کرے (یعنی اس کا عمل دیکھ کر لوگ ہدایت پائیں۔)

مختصر حالات

حضرت مولانا حافظ عبداللہ روپڑی نور اللہ مرقدہ

از مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف مدظلہ العالی

حضرت العلام موصوف کا شمار جماعت اہل حدیث کی ان نابغۂ تاریخ کے ان ممتاز علماء وفضلاء میں ہوتا ہے جنہیں آسمان شہرت کے درخشندہ ستارے کہا جا سکتا ہے۔ حافظ صاحب کو علوم قرآن کریم اور علوم حدیث کے علاوہ فقہ و اصول فقہ، صرف و نحو، معانی و ادب، عقائد و کلام اور فنون حکمت (منطق و فلسفہ وغیرہ) میں تدریس و تحریر کا یہ طولیٰ حاصل تھا اور فقہ الحدیث میں یک گونہ مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے جیسا کہ آپ کے سینکڑوں فتاویٰ سے جو مختلف دینی مسائل پر مشتمل ہیں، اندازہ ہوتا ہے۔ ذوق عبادت میں صائم الدہر (مطابق سنت) اور شب زندہ دار، وضع و لباس میں سادگی شعار تھا موشن طبع لیکن جذبۂ تبلیغ سے سرشار، وعظ پُر تاثیر، مدلل اور سنجیدہ بحث و تحریر، عقائد سلف صالح میں چٹان ناقابل تسخیر۔

ولادت اور ابتدائی تعلیم

آپ کے والد میاں روشن دین صاحب موضع کمیر پور ضلع امرتسر (مشرقی پنجاب) کے متوسط قسم کے زمیندار تھے۔ جہاں ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء میں آنجناب پیدا ہوئے۔ موضع ڈو تحصیل چونیاں ضلع لاہور میں تعلیم کی ابتداء ہوئی۔ مولانا عبداللہ صاحب ساکن ذخیرہ چھانگا مانگا ضلع لاہور سے قرآن پاک کے آٹھ پارے حفظ کیے۔ اس کے بعد میاں روشن دین مرحوم نے اپنے ہونہار لڑکے کو حضرۃ الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مدرسہ غزنویہ امرتسر بھیج دیا جو ان دنوں اعلیٰ درجہ کی علمی دینی اور عملی تربیت گاہ تھی۔

خود نوشت اجمالی تعلیمی سرگزشت

حافظ صاحب کے تعلیمی حالات تفصیلاً معلوم نہیں ہو سکے۔ البتہ ایک مقام پہ برسبیل تذکرہ خود جو کچھ لکھا ہے وہ درج ذیل ہے:

"میں نے تفسیر، حدیث اور فنون کی کتابیں امرتسر، مدرسہ غزنویہ وغیرہ میں پڑھیں فنون کی تکمیل باقی تھی اس سلسلہ میں سفر دہلی ہوا (حضرت میاں صاحب (مولانا سید نذیر حسین

صاحبؒ) میرے دہلی پہنچنے سے آٹھ سال پہلے وفات پا چکے تھے میں ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء کو دہلی پہنچا اور ان کی وفات ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۰۲ء کو ہوئی۔

میں نے دہلی میں تقریباً تین سال قیام کیا...... ۱۹۱۳ء کے اخیر میں یکایک مولینا عبدالجبار غزنوی مرحوم کی خبر وفات پہنچی۔ چونکہ شروع سے میرے مربی وہی تھے۔ قریباً دس سال کی عمر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سات آٹھ سال ان کے پاس گزارے۔ ظاہری و باطنی فیوض پائے۔ دینیات کی تکمیل کر کے سند لی۔ ان کی جدائی کا صدمہ میرے لیے خصوصیت سے ناقابلِ برداشت تھا۔ رضا بالقضا کا مسئلہ دل کی ڈھارس بنا اور طبیعت میں کچھ سکون پیدا ہوا لیکن جی اداس اداس رہتا۔ اس لیے طبیعت نے فیصلہ کیا کہ جلد واپس ہونا چاہیے۔ فنون کی کچھ کتابیں باقی تھیں۔ دہلی میں ان کی تکمیل جلد نہ ہو سکنے کی وجہ سے ریاست رام پور (ہند) چلا گیا وہاں مدرسہ عالیہ (نواب صاحب رامپور) میں ایک سال تعلیم پائی۔ اور وہیں مولوی فاضل اور درس نظامی کی دو ڈگریاں حاصل کیں۔ ۱۹۱۴ء میں فارغ ہو کر امرتسر آیا اور اس کے بعد ۱۹۱۵ء میں روپڑ مقیم ہو گیا۔" (دیباچہ رسالہ ارسال الیدین بعد الرکوع ص۳۰۲)

کس کس سے کیا کیا پڑھا؟ اس سلسلے میں صرف اتنا پتہ چل سکا ہے کہ دہلی کے مشہور مولانا اسحاق منطقی بھی آپ کے ایک استاذ تھے

سندِ اجازت

علاوہ ازیں مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادیؒ سے بھی آپ کو حدیث شریف کی سند اجازت حاصل تھی۔

روپڑ

ضلع انبالہ (ہند) ان دنوں تبلیغی اور دینی اعتبار سے پسماندہ تھا۔ اس وجہ سے وہاں علاقہ میں تبلیغ توحید وسنت کی سخت ضرورت تھی حافظ صاحبؒ کی مساعی سے وہاں مدرسہ اہلحدیث قائم ہوا جس سے علاقہ میں مسلک اہلحدیث کی ترقی کے علاوہ دور دراز کے بہت سے لوگ بھی فیض یاب ہوئے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ تالیف واشاعت کا کام بھی کیا جاتا رہا۔ تبلیغی وتنظیمی مقاصد کے لیے پندرہ روزہ "تنظیم اہلحدیث" جاری کیا۔ آپ ہی جس کے ایڈیٹر تھے۔ کچھ مدت کے بعد یہ اخبار ہفت روزہ ہو گیا تھا۔

جریدہ "تنظیم اہلحدیث" کی سب سے بڑی خصوصیت حضرت مدیر کے وہ فتاویٰ تھے جو سلیس عبارت

میں تحقیق و تدقیق کے حامل، مجتہدانہ استدلال پر مشتمل اور وسعت معلومات کا گراں بہا ذخیرہ ہوتے تھے دراصل یہی فتاویٰ اس جریدہ کی جان تھے گو اس دور کی فضا کے مطابق مضامین پر عموماً مناظرانہ چھاپ ہوتی تھی۔

روپڑی تا لاحقہ

روپڑ اور اس کے نواح میں کئی سال ٹھوس علمی اصلاحی اور تبلیغی کام کرنے کے سبب ہی شاید روپڑی آپ کے نام کا لاحقہ بن گیا۔ حالانکہ اصلاً آپ کیمبل پوری تھے اور خود کو امرتسری لکھا کرتے تھے۔

امرتسر میں

قیام پاکستان سے دس پندرہ سال کے لگ بھگ روپڑ کا کام اپنے برادرزادہ حافظ عبدالقادر صاحب کے سپرد کر کے خود امرتسر مسجد مبارک میں رہائش اختیار کر لی تھی۔

جمعیت تنظیم اہلحدیث (متحدہ) پنجاب

اس عنوان سے ایک جماعت ۱۹۳۱ء میں آپ کی مساعی سے تشکیل کی گئی۔ حضرت سید محمد شریف صاحبؒ (ساکن گھڑیالہ (ہند) سابق ضلع لاہور) جس کے امیر اور مولانا قاضی عبدالرحیم صاحبؒ (گوجرانوالہ) ناظم اعلیٰ منتخب کیے گئے اور صدر دفتر (یادش بخیر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں) گوجرانوالہ قرار پایا تھا۔ اخبار تنظیم اہلحدیث جمعیت تنظیم اہلحدیث کا ترجمان بنا دیا گیا تھا۔

دار الحدیث رحمانیہ

حافظ صاحبؒ کی زندگی کا ایک قابل ذکر واقعہ یہ ہے کہ تقسیم ہند و پاک سے قبل آپ جماعت اہلحدیث کے عظیم ادارہ تعلیم "مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ" دہلی کے ممتحن اعلیٰ رہے۔ اس دوران مدرسہ رحمانیہ کے تحریری اور تقریری سالانہ امتحانات اعلیٰ معیار پر ہونے لگے۔ نہایت مثمر نتائج تعلیم کی وجہ سے مہتمم مدرسہ شیخ عطاء الرحمن صاحب مرحوم کا حافظ صاحبؒ کو نہایت اعتماد حاصل تھا۔

پاکستان

بننے کے بعد ۱۹۴۷ء میں حافظ صاحب لاہور آ گئے۔ چوک دالگراں میں مسجد قدس تعمیر کرانی شروع کر دی۔ پھر یہاں مدرسہ اہلحدیث قائم کیا جس میں تدریسی فرائض خود ہی انجام دیتے تھے بلکہ خاص طریقے سے پورے قرآن کا ترجمہ بھی چند سال پڑھایا۔ افتاء نویسی کا سلسلہ اور اخبار تنظیم اہلحدیث بھی جاری کر دیے گئے اور اس طرح حسب سابق تدریسی تبلیغی اور تالیفی مشاغل میں آخر تک بہت انہماک سے مصروف رہے۔

شیوخ

حافظ صاحبؒ کے مندرجہ ذیل اساتذہ و شیوخ کے نام سامنے ہیں:

حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی بن العارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی

مولانا فضل حق رام پوری   مولانا محمد اسحاق منطقی دہلوی

استاذ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی

تلامذہ

حضرت سے جن لوگوں نے استفادہ کیا، ان کی فہرست طویل ہے۔ چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:۔ ——— شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے بھائی مولانا حافظ محمد حسین صاحب روپڑی۔ (اور بھتیجے) مولانا حافظ محمد اسماعیل صاحب روپڑی۔ مولانا حافظ عبدالقادر صاحب روپڑی۔ مولانا قادر بخش بہاولپوری۔ شیخ عبداللہ اسعد سجادہ۔ مولانا حکیم محمد اشرف سندھو۔ مولانا محمد صدیق صاحب سرگودھوی۔ مولانا محمد یوسف صاحب راجووال۔ مولانا عبدالسلام صاحب کیلانی فاضل مدینہ یونیورسٹی۔ مولانا حافظ ثناء اللہ صاحب کلسوی (فاضل مدینہ یونیورسٹی) حافظ مقبول احمد صاحب کلسوی وغیرہم وکثیر ما ہم۔

تالیفات

فتاویٰ اور تنظیم اہلِ حدیث کے اداریوں کے علاوہ جن مستقل مطبوعہ کتب ورسائل وغیرہ پر راقم کو اس وقت تک اطلاع ہو سکی ہے ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ الکتاب المستطاب فی جواب فصل الخطاب (عربی)

۲۔ توحید الرحمٰن بجواب استمداد از عباد الرحمٰن (مکمل قلمی)

۳۔ درایت تفسیری   ۴۔ اہلِ سنت کی تعریف

۵۔ اہلِ حدیث کی تعریف (دو حصہ)   ۶۔ اظفار الشمس نی ظہر جمعہ (چہار حصہ)

۷۔ تحقیق التراویح   ۸۔ نبی معصوم

۹۔ تقلید علماء دیوبند   ۱۰۔ نکاح شغار

۱۱۔ زیارتِ قبر نبوی   ۱۲۔ وسیلہ بزرگان

۱۳۔ ردّ بدعات   ۱۴۔ اہلِ حدیث کے امتیازی مسائل (یہی جوابات تحریک)

۱۵۔ بکرا دیوی   ۱۶۔ المرشد والامام

۱۷۔ تعلیم الصلوٰۃ (دو حصہ)   ۱۸۔ حج مسنون

۱۹۔ آمین ورفع یدین   ۲۰۔ تکبیرات عیدین

۲۱. ارسال الیدین بعد الرکوع
۲۲. رسالہ نیت نماز اور وتر
۲۳. مرزائیت اور اسلام
۲۴. مودودیت اور احادیث نبویہ
۲۵. اسلامی ڈاڑھی
۲۶. انسانی زندگی کا مقصد
۲۷. وراثت اسلامی
۲۸. شرکیہ دم جھاڑا میں فیصلہ کن بحث
۲۹. بیمہ زندگی
۳۰. لاؤڈ سپیکر اور نماز
۳۱. رؤیت ہلال
۳۲. حکومت اور علماء ربانی
۳۳. امامت مشرک (بصورت اشتہار)
۳۴. طیور ابراہیمی (بصورت اشتہار)
۳۵. کلمہ توحید (" ")
۳۶. نکاح و نصرانیت
۳۷. ارشاد الوریٰ فی جمعۃ القریٰ (عربی)
۳۸. سماع موتی
۳۹. رسالہ امارت
۴۰. شرعی نظام
۴۱. نور محمدی کی پیدائش
۴۲. طلاق ثلاثہ

غیر مطبوعہ

معلوم ہوا ہے کہ حضرتؒ نے قرآن مجید کی اردو تفسیر[43] بھی شروع کر رکھی تھی جو دو پارہ تک ہی پہنچ سکی۔ مشکوۃ شریف[44] کا اردو ترجمہ و حواشی بھی کتاب القدر تک لکھ لیے تھے ان کے علاوہ مولینا سرفراز صاحب کی سورۂ فاتحہ خلف الامام کے خلاف کتاب احسن الکلام کا بھی جواب[45] حضرت نے لکھا تھا جو تکمیل کے مراحل میں رہ گیا۔ نیز ارسال الیدین فی الرکوع کے جواب "الدلیل التام" کے جواب میں "رفع الابہام"[46] تالیف فرمایا جو غالباً "تنظیم اہل حدیث" میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے، الگ طبع نہیں ہوا۔

وفات

چند یوم علیل رہ کر حضرت حافظ صاحبؒ بروز جمعرات بتاریخ ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۹۴ھ، ۱۰ اگست ۱۹۷۴ء کو تقریباً اسی برس کی بابرکت عمر پاکر لاہور میں انتقال فرما گئے۔ اور گارڈن ٹاؤن کے قبرستان میں سپرد خاک کر دیے گئے

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

اللہ تعالیٰ ... کران کے نقوش پا حسنہ پر چلنے کی توفیق ...

ایمان افروز کتابیں

شرح الاسماء الحسنیٰ (اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی بےنظیر شرح)
از قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ -/۲۴

اصحاب بدرؓ (غزوہ بدر کی تفصیلات اور ۳۱۳ صحابہ کرامؓ کے حالات)
از قاضی محمد سلیمان منصورپوریؒ -/۱۸

عشرہ مبشرہ (ان دس صحابہ کرامؓ کے حالات آنحضرتؐ نے جنہیں دنیا ہی میں جنتی ہونے کی بشارت دی) از قاضی حبیب الرحمٰن منصورپوریؒ ۱۵

مکالمات نبویؐ (آنحضرتؐ کی مختلف افراد سے باہمی گفتگو اور سوالات کے جوابات)
از مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہرویؒ ۱۵

حضرت علیؓ کے سیاسی نظریے (یعنی آپؓ کا طرز حکومت)
از مولانا ابویحییٰ امام خان نوشہرویؒ -/۳۰

آداب الدعا (جس میں دعا کے فضائل و مسائل کے علاوہ دعا من دون اللہ اور آیت وسیلہ کی تفسیر) از مولانا محمد حنیف یزدانی ۱۵

زیارت قبور کا شرعی طریقہ (جس میں موجودہ شرک و بدعت قبہ سازی، بوسہ، سجدہ و طواف قبر کی مدلل تردید اور تحقیق مسئلہ ایصال ثواب)
از مولانا محمد حنیف یزدانی ۱۰/۵۰

مرشد جیلانی کے ارشادات حقانی (اور بانی و ترجمہ بانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق غلط عقائد کی تردید انہی کے ارشادات کی روشنی میں نہایت معلوماتی کتاب عقیدت مندوں کیلئے ایک قیمتی تحفہ) از مولانا محمد حنیف یزدانی ۱۵

محمد رسول اللہ غیر مسلموں کی نظر میں (تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے ایک گراں قدر کتاب) از مولانا محمد حنیف یزدانی -/۳۲

تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہؒ کی تجدیدی مساعی (حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تعلیمات کا خلاصہ و مرقع) از شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفیؒ
جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف یزدانی - ۳۵

مقالات مولانا محمد داود غزنویؒ (علمی تحقیقی سیرت و سوانح منکرین حدیث ختم نبوت اور اہل بدعت کی تردید میں احکام و مسائل پر مشتمل قیمتی مقالات کا مجموعہ) جمع و ترتیب مولانا محمد حنیف یزدانی -/۳۲

قرآنی دعائیں (ہر موقع و محل اور مفہوم و مطلب پر مشتمل دعائیں) -/۲

تفسیر سورۂ اخلاص (مشرکانہ و ملحدانہ خیالات کی مفصل و مدلل تردید) از امام ابن تیمیہؒ

تفسیر آیت کرسی (توحید اور اہل توحید کی مفصل و مدلل تائید) -/۱۸

اصحاب صفہؓ (صوفی اور تصوف کے متعلق چند سوالات کے جو...
از امام ابن تیمیہؒ

شہدائے احد (غزوہ احد کی تفصیلات اور ستر شہید...
از مولانا عبدالجلیل رحمانی

عظمت صحابہؓ و اہل بیتؓ (قرآن و حدیث کی روشنی میں)
از شاہ اسماعیل شہیدؒ

چراغ سنت (شاہ اسماعیل شہیدؒ اور علمائے دیوبند...
(اہل بدعت کی تردید میں لاجواب کتاب) از مولانا سید فرد...

کلمہ طیبہ مع فلسفہ نماز (توحید کی تشریح شرک کی تر...
بشریت اور عبدیت کی وضاحت) از مولانا سید فرد...

معیار الحق (عمل بالحدیث کے موضوع پر تحقیقی کتاب) شیخ...
محدث دہلویؒ پیش لفظ شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل...
تسہیل و تخریج مولانا محمد عبدہٗ

مرزائے قادیان اور علمائے اہلحدیث از مولانا محمد...

ہمارے عقائد (اہل حدیث عقائد کی توضیح و تشریح)...

اسلام کا نظام عفت و عصمت از مولانا ظفر اللہ...
(نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے قابل مطالعہ کتاب) ...

سیرت سید الابرار رسولؐ از مکتبہ شعین سیدین...
صدر کل پاکستان سنی کونسل

تعلیمات مولانا احمد رضا بریلوی (مختلف فیہ مسا...
بشریت، نور و بشر، علم غیب...
زیارت قبور، تبرک، چالیسواں ا...
کی موجودہ صورتیں، عورتوں کا...
آخری بدعت اور قوالی کے بارے...
کی کھری کھری باتیں اور عقیدتمند...
(از مولانا محمد...

مکتبہ نذیریہ

(ہماری تمام مطبوعات نہایت خوبصورت چھپی ہیں) (ک...